POSTED ON 23 January 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8. ● قیمت=/Rs 5

AL-HIRA PUBLIC SCHOOL & HOSTEL
MUHAMMADPUR, SHAHGANJ, PATNA-800006
★ C.B.S.E. Curriculum ★ English Medium
★ Computer & Library Facilities ★ Quality Education
★ Class Monitoring with CCTV ★ Co-Curricular Activities
★ Separate Hostel for Boys & Girls ★ Regular Weekly Tests
Website: alhiraschool.com, E-mail : alhirashahpat@sify.com
Ph.: 0612-2685287, 09431087443
Registration Going on for Session 2009
Admission Test on 15th Feb 2009

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مشرکین کے حق میں بدعا فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا "مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔" (بخاری)

OMEGA SUPER HARDWARE
Complete range of Latest fittings for Doors & Windows, Bath Rooms and Furnitures, Glass Furnitures
AD 5/2, 2nd AVENUE, ANNA NAGAR, CHENNAI- 40.
Phones: 2620 2016,4269 0216

● جلد:۵۷ ● شمارہ:۹ ● ۲۵رجنوری ۲۰۰۹ء ● 25 Jan. 2009 ● اتوار ● ۲۷رمحرم الحرام ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ر ریال ● Posting: 23 Jan. 2009 Friday ●

لبنان کی طرح غزہ میں اسرائیل کو میدان چھوڑنا پڑا

اسرائیلی فوج ۲۲ دنوں تک غزہ میں خون خرابے کے بعد بیرکوں میں واپس آگئی۔ جنگ بھی اسرائیل نے خود ہی تھوپی تھی اور اس کے خاتمے اور افواج کی واپسی کا اعلان بھی خود ہی کیا۔ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے علاوہ نہ تو جنگ سے پہلے کسی سے مشورہ یا میٹنگ کی اور جنگ کے خاتمے کے وقت جب کہ ابھی تک حماس کے ساتھ جنگ بندی کا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہوا ہے۔ جس سے یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ جنگ تھوپنے پھر اسے ختم کرنے کا فیصلہ امریکہ اور اسرائیل کا ذاتی فیصلہ تھا وہی دونوں شروع سے اخیر تک جنگ کے حامی رہے۔ ورنہ پوری دنیا روز اوّل سے جنگ بندی چاہتی تھی جسے اسرائیل کے کہنے پر امریکہ نے آخر وقت تک روکے رکھا۔ حتیٰ کہ اسرائیل نے خود ہی یکطرفہ جنگ کے خاتمے کا اعلان کردیا، اس نے اس کی وجہ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتائی کہ وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب رہا۔ ۲۰رجنوری تک نئے امریکی صدر بارک اوبامہ کی حلف برداری کے وقت غزہ سے اپنی تمام افواج واپس بلالے گا اور بین الاقوامی برادری کو شام اور ایران سے فلسطینی تحریک مزاحمت اور غزہ پٹی میں برسراقتدار حماس کو اسلحہ کی فراہمی روکنے کے لئے اقدامات کرنے ہوں گے۔

اسرائیل اور حماس کے درمیان جنگ بندی کا جو سابقہ معاہدہ تھا، اس کی میعاد ۱۹ردسمبر کو ہی ختم ہوگئی تھی۔ میعاد ختم ہونے کے بعد خطہ کے حالات جس تیزی سے بدلے بین الاقوامی برادری سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسرائیل حماس کے راکٹ حملوں کے خلاف جنگ کی دھمکی دینے لگا اور اچانک ۲۷ردسمبر کو غزہ پر اس طرح فوج کشی کا آغاز کردیا جیسے وہ جنگ بندی کے خاتمہ کے انتظار میں تھا تاکہ دنیا یہ نہ کہے کہ اس نے جنگ بندی کی خلاف ورزی کی حالانکہ جنگ بندی کی خلاف ورزی وہ گزشتہ ایک ڈیڑھ برس سے کررہا تھا جب کہ اس نے پہلے بعد دیگرے غزہ کے تمام سرحدی راستوں کو سیل کرنا شروع کیا حتیٰ کہ ایک دن اس نے غزہ کی مکمل ناکہ بندی کرکے خطہ کو بیرونی امداد اور روزمرہ کی ضروریات کی فراہمی سے مکمل طور پر محروم کردیا۔ غرضیکہ جنگ کے حالات خود اسرائیل نے ہی پیدا کئے پھر خود ہی ۲۷ردسمبر کو جنگ تھوپی اور ۱۷ جنوری کو یکطرفہ اس کے خاتمہ کا اعلان بھی کردیا اور افواج کو بھی واپس بلالیا۔ اگر اسرائیل غزہ کی ناکہ بندی نہیں کرتا تو حماس کی طرف سے راکٹ حملے نہیں ہوتے۔ حماس کو یہی شکایت تھی کہ اسرائیل جنگ بندی کا ملکی احترام نہیں کررہا ہے۔ سرحدی راستوں کو سیل کرنے کی وجہ سے غزہ کے لوگوں کو پریشانیاں ہورہی ہیں۔ نام نہاد جنگ بندی سے اسرائیل کو تو فائدہ ہوتا تھا غزہ کے لوگوں کو نہیں۔ اسی لئے حماس نے جنگ بندی کی میعاد میں توسیع میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ اسرائیل تو اس کے ختم ہونے کا انتظار ہی کررہا تھا تاکہ کسی نہ کسی بہانے اسے پھر سے غزہ پر حملہ کرنے اور اس کی آزادی سے کھلواڑ کرنے کا موقع ملے۔

یہ بات ابھی دنیا سمجھ نہیں پارہی ہے کہ اسرائیل نے غزہ پر جنگ کیوں تھوپی تھی اور فضائی حملے سے اس کا دائرہ وسیع کرکے بحری اور پھر زمینی کارروائی کے لئے غزہ میں بڑے پیمانے پر اپنی فوج کیوں اتاردی اور جو اسرائیل جنگ کے خاتمہ کے لئے یورپی اور عرب ممالک کے احساسات وجذبات حتیٰ کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد کا احترام نہیں کررہا تھا۔ اچانک اسے کیا ہوگیا ہے کہ ۲۲ دنوں تک غزہ کے انفراسٹرکچر کو تباہ کرنے اور فلسطینیوں کی نسل کشی کے بعد جنگ بندی کا معاہدہ کئے بغیر ہی یکطرفہ جنگ کے خاتمہ کا اعلان کرکے فوراً ہی افواج بھی واپس بلالیں۔ اس لڑائی میں حماس اور اسرائیل میں سے کس کی جیت اور کس کی ہار ہوئی۔ کس کا مقصد پورا ہوا اور کون خسارے میں رہا۔ یہ بحث تو اب چلے گی۔ فی الحال اسرائیل نے یہی تاثر قائم کیا ہے کہ وہ جب چاہے گا پڑوسیوں پر حملے کردے گا۔ اسے نہ تو کسی بین الاقوامی قانون کا خوف اور پاس ولحاظ ہے اور نہ ہی بین الاقوامی برادری کے احساسات اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی فکر ہے۔ اسے کسی کی پسند یا ناپسندیدگی کا تھوڑا بہت خیال رہتا ہے تو وہ صرف امریکہ ہے کیونکہ وہی ایک ایسا ملک ہے جو نہ صرف ہر معاملہ میں آنکھ بند کرکے اس کی حمایت کرتا ہے بلکہ بوقت ضرورت اس کے لئے ڈھال کا بھی کام کرتا ہے۔ اسرائیل نے اس سے قبل حزب اللہ کے نام پر لبنان پر بھی حملہ کیا تھا اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ کو جاری رکھا۔ جب دیکھا کہ اس کا مقصد بھی پورا نہیں ہورہا ہے اور الٹے نقصان ہورہا ہے تو امریکی مداخلت کے ذریعہ کسی طرح جنگ بند کرادی۔ اس طرح اسے وہاں اخلاقی شکست ہوئی تھی۔ اس وقت اسرائیل ایک محاذ پر دو مغویہ اسرائیلی فوجیوں کی رہائی کے لئے حزب اللہ سے لڑ رہا تھا اور دوسرے محاذ پر ایک مغویہ اسرائیلی فوجی کی رہائی کے لئے حماس سے بھی لڑ رہا تھا لیکن دونوں محاذوں پر اسے مایوسی ہوئی۔ مقصد پورا نہیں ہوا۔ اس بار بھی غزہ کی لڑائی کا انجام بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اگرچہ اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ اس کی کارروائی میں ۴۰ فیصد سے زیادہ حماس کے لڑاکا کو مارے گئے اور اس کی راکٹ صلاحیت پر ضرب پڑی لیکن ہلاکین ومجروحین کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ان میں سے نصف تو خواتین وبچے تھے، بقیہ میں بھی بہت بڑا تناسب عام لوگوں کا تھا، بہت کم تعداد میں حماس کے لوگ مارے گئے ہیں ان میں بھی سرکردہ لوگ تو گنے چنے ہیں، حماس کی طاقت خصوصاً راکٹ صلاحیت ابھی بھی اپنی جگہ برقرار ہے۔ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ غزہ کا انفراسٹرکچر پوری طرح تباہ ہوگیا اور اس کی گنتی اسرائیل اپنی بہادری اور کارناموں میں نہیں کرسکتا۔ غرضیکہ مقاصد کے حصول کے لحاظ سے اسرائیل غزہ کی لڑائی میں ناکام رہا بلکہ لبنان کی طرح یہاں بھی اسے اخلاقی شکست ہوئی اور اس کی افواج کی ذلت آمیز واپسی ہوئی۔ وہ حماس کو راکٹ حملوں سے روکنے کا پابند نہیں بنا سکا۔ اگر اسرائیل شرم الشیخ ٹینک یا اقوام متحدہ کی قرارداد کے بعد بین الاقوامی برادری کی مدد سے نئی جنگ بندی کے لئے حماس کو راضی کرلیتا تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ بین الاقوامی برادری نے جنگ ختم کرائی۔ اس نے خود نہ تو حماس کا مطالبہ تسلیم کیا اور نہ بین الاقوامی برادری کے مطالبہ کو تسلیم کیا تو بین الاقوامی برادری اس کے مطالبہ کی تکمیل کی ذمہ داری کیوں کرے گی۔

اسرائیل نے حماس کی طاقت ختم کرنے کے لئے کیا نہیں کیا۔ فضائی وبحری حملہ کیا۔ دوسال کے وقفہ کے بعد غزہ میں پھر اپنی فوج داخل کردی۔ جدید سے جدید اسلحہ کا استعمال کرکے بھرپور تباہی مچائی۔ فاسفورس بموں سمیت دیگر ممنوعہ ہتھیاروں کا استعمال کیا۔ مساجد، قبرستان، ریلیف، کیمپوں، اقوام متحدہ کے اسکولوں اور ہیڈکوارٹر حتیٰ کہ اسپتالوں کو نشانہ بنا کر یہ پیغام دیا کہ غزہ کے لوگوں کے لئے کوئی بھی جگہ محفوظ نہیں ہے اس لئے حماس سے قطع تعلق کرلیں۔ لیکن ہوا اس کے بالکل برعکس، حماس کی مقبولیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور وہ امریکہ، اسرائیل اور مغربی ممالک کی خواہش کے برعکس مغربی کنارے میں بھی داخل ہوکر صدر محمود عباس کی حکومت کے لئے خطرے کی گھنٹی بجانے لگی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حزب اللہ کی طرح حماس بھی اس جنگ کے بعد ایک طاقت بن کر اُبھری، جو غزہ پر حملے کے بعد بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں اب تو وہ پہلے سے زیادہ سخت ہوکر بول رہی ہے۔ اس بار حماس نے جس طرح اقوام متحدہ کی قرارداد کو مسترد کردیا اور کھل کر یہ کہہ دیا کہ وہ فلسطینیوں کے مفادات سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گی اب وہ اسی جنگ بندی کے لئے تیار ہوگی جس میں اسرائیلی مفادات کے برعکس اس کی تمام شرطوں کو پوری کرتے ہوئے فلسطینیوں کے مفادات کا خیال رکھا گیا ہو۔ اس طرح اب خطہ میں حزب اللہ کے ساتھ حماس بھی اسرائیل سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہوگی۔ اسرائیل نے پہلے حزب اللہ اور اب حماس کے ساتھ جنگ کرکے اپنے پیر پر کلہاڑی ماری ہے اور اپنی طاقت کی قلعی کھولی ہے۔

(ص ن)

کم سنی کی شادی کا رواج

اقوام متحدہ کا ذیلی ادارہ یونی سیف سماجی وتعلیمی امور سے متعلق ہر سال ایک جائزہ رپورٹ پیش کرتا ہے جس میں پوری دنیا کی مجموعی حالت کے ساتھ ساتھ الگ الگ ملکوں کی حالت بتائی جاتی ہے اور اعداد وشمار کی روشنی میں مخصوص میدان میں مجموعی طور پر پوری دنیا کی اور الگ الگ ملکوں کی کیفیات بتائی جاتی ہیں مثلاً غربت کا مجموعی طور پر پوری دنیا میں کیا حال ہے اور الگ ملکوں کی کیا صورت حال ہے۔ پینے کے پانی کی دستیابی کی کیا کیفیت ہے، طبی سہولتوں کا کیا حال ہے، تعلیم کی کیا حالت ہے، خواندگی کی کیا شرح ہے۔ اس کا ایک میدان جنس کے لحاظ سے پوری دنیا کی بہ حیثیت مجموعی اور الگ الگ ملکوں کا الگ الگ جائزہ بھی ہے۔ یعنی مردوں اور عورتوں کی آبادی کا کیا حال ہے، ان کے باہمی تعلقات کا کیا حال ہے، بچوں کی کیا حالت ہے، اس کی دلچسپی کے میدان یوں تو بے شمار ہیں لیکن بعض میدان مخصوص ہیں اور خاص دلچسپی کے میدان ہیں۔ ان میں بچوں کے احوال وکوائف کا جائزہ بھی ہے۔ حال ہی میں اس کی جانب سے پوری دنیا میں بچوں کے احوال کا ایک جائزہ "اسٹیٹ آف دی ورلڈ- چلڈرن ۲۰۰۹ء" کے عنوان سے جاری کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں بچوں کی ایک خاص حالت کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر پوری دنیا کا اور الگ الگ مختلف ملکوں کا۔ ظاہر ہے ہندوستان بھی اس میں شامل ہے۔

یہ رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ آج کی اس ترقی یافتہ دنیا بھی جسے روشن تہذیب کا دور بھی کہا جاتا ہے کم عمری کی شادی کا رواج چلا آرہا ہے۔ اس معاملہ میں ہندوستان بہتوں سے بہت آگے ہے، کم عمری کی جو شادیاں آج ہورہی ہیں ان میں ہندوستان کا حصہ نصف سے ذرا ہی کم ہے، یعنی مجموعی طور پر پچھلے سال کم عمری جو شادیاں پوری دنیا میں ہوئی ہیں ان میں سے چالیس فی صد شادیاں صرف ہندوستان میں ہوئی ہیں اور یہ رجحان ہندوستان کے لئے نیا نہیں ہے۔ کافی عرصے سے یہاں یہ ہورہا ہے اور قدیم زمانے سے یہ ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اس کا زیادہ شکار لڑکیاں ہوتی ہیں، یعنی لڑکیوں کی کم عمری میں شادیاں ہوجاتی ہیں، جس کے بڑے خراب نتائج برآمد ہورہے ہیں اور بہت برے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ اس کی وجہ سے مختلف قسم کے مسائل بھی پیدا ہورہے ہیں، ان میں سماجی مسائل بھی ہیں۔ معاشرتی مسائل بھی ہیں معاشی مسائل بھی ہیں اور تعلیمی اور حفظان صحت کے مسائل بھی ہیں۔ کم عمری میں بچیوں کی شادی ہوجانے کی وجہ سے عام طور پر ان کی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے۔ اس کے صحت پر بھی بہت خراب اثرات پڑتے ہیں۔ بچوں کی ٹھیک ڈھنگ سے نہ دیکھ بھال ہوپاتی ہے اور نہ ان کی تعلیم وتربیت پر خاطر خواہ توجہ ہوپاتی ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ بچیوں کے ساتھ زیادتی ہے، بلکہ امتیازی سلوک کے مترادف ہے۔

جہاں تک کم عمری کی شادی کا سوال ہے تو اس کو اگرچہ برا سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ہمارے ملک میں رائج ہے۔ اس کا ایک پہلو عمروں کا تفاوت بھی ہے یعنی دولہا، دلہن کی عمروں میں کا فرق پایا جاتا ہے۔ یہ کئی لحاظ سے نامناسب وناپسندیدہ ہے۔ بسا اوقات اس کی وجہ سے تعلقات میں بدمزگی بھی پیدا ہوجاتی ہے، طبی نقطۂ نظر سے بھی اس کو صحت مند رجحان نہیں قرار دیا جاتا ہے۔ نفسیاتی لحاظ سے بھی اس کو برا مانا جاتا ہے۔ رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ اس کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل کھڑے ہورہے ہیں اور

باقی ۶ پر

بلا تبصرہ

دھرم کے نام پر بے قصوروں کا خون بہانے والے دھارمک نہیں کہے جاسکتے۔ کوئی بھی دھرم کمزوروں اور مظلوموں کی حفاظت کرنے کی تعلیم دیتا ہے، معصوموں کا خون بہانے کی نہیں۔ ہمارے ملک میں دھرم کے نام پر فسادات کرا کر عوام کا خون بہانے کی الگ ہی تاریخ رہی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ جو لوگ مذہب کی حقیقی روح سے ناواقف ہیں وہی ایسے برے افعال میں شامل ہوتے ہیں۔

ہردیو دشست، موہالی

ہندوستان، ۲۰رجنوری ۲۰۰۹ء

غزہ کیلئے ایک ارب ڈالر

کویت- سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے غزہ پٹی کی تعمیر نو کے لئے ایک ارب ڈالر کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ فلسطینی خون کا قطرہ زمین کے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہاں عرب ملکوں کے اقتصادی اور ترقیاتی سربراہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حالیہ دنوں میں ہم نے غزہ پٹی میں ایک مجرمانہ ٹولے کے ہاتھوں فلسطینیوں کا اجتماعی قتل دیکھا، عرب امن منصوبہ اب زیادہ عرصہ تک مذاکرات کی میز پر نہیں رہے گا اور اسرائیل کے سامنے جنگ اور امن میں سے ایک متبادل ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب دنیا کے اختلافات نے صرف دشمن کو فائدہ پہنچایا اور آج میں ان اختلافات کے خاتمے کا اعلان کرتا ہوں۔

حماس کی فتح کی ابتداء

تہران- ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے اسرائیل کے ساتھ جنگ میں کامیابی پر حماس کو مبارک دیتے ہوئے کہا کہ آج کامیابی کی ابتدا ہوئی ہے اور یہی ثابت قدمی مکمل فتح کا ذریعہ بنے گی۔ حماس کے جلاوطن رہنما خالد مشعل سے ٹیلی فون پر بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلم ممالک کو صیہونی حکومت پر کراسنگ کھولنے کے لئے دباؤ ڈالنا چاہئے اور اسرائیلی حکومت اس کی مصنوعات اور اس کی حمایت کرنے والے ممالک کا بائیکاٹ کیا جانا چاہئے۔

ممبئی حملوں کی پاکستان میں تفتیش

اسلام آباد- پاکستان کے وزیر داخلہ رحمٰن ملک نے کہا کہ ممبئی حملوں کی جانچ میں مدد کے لئے آنے والے ہندوستانی تفتیش کاروں کا ملک میں تہہ دل سے خیر مقدم کیا جائے گا۔ ایک دوسری رپورٹ کے مطابق وزیر داخلہ رحمٰن ملک اور وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے ہندوستان کے ذریعہ مہیا کرائی گئی دستاویزات کی بنیاد پر کی گئی اپنی جانچ سے غیر ملکی سفارتکاروں کو آگاہ کرایا۔ ادھر وزیر داخلہ جیو نیوز کے ساتھ ایک انٹرویو میں کہا کہ اگر ہندوستان ممبئی حملوں میں شامل ملزمین کی حوالگی کے مطالبہ پر قائم رہتا ہے تو پاکستان بھی فروری ۲۰۰۶ء کے سمجھوتہ ایکسپریس دھماکہ میں ملوث لیفٹیننٹ کرنل سری کانت پروہت کو سونپنے کا مطالبہ ہندوستان سے کرسکتا ہے۔

لبنان کے بعد غزہ میں شکست

غزہ- حماس کے ترجمان اسامہ حمدان نے ایک پریس کانفرنس میں کہا ۲۰۰۶ء کی لبنانی جنگ کے بعد قابض فوج کی یہ دوسری شکست ہے۔ اولمرٹ نے جنگ بندی کا اعلان کرکے یہ ثابت کردیا کہ اس کی طاقت کا گھمنڈ نہتے فلسطینی عوام کے عزم کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ کا یہ کہنا ہی شکست تسلیم کرنے کے لئے کافی ہے کہ حماس کو کاری ضرب لگا کر بھی گیلا دشالت کو رہا نہ کیا جاسکا جنگ کے بعد اب یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ ادھر فلسطینیوں کے لئے اقوام متحدہ کے خصوصی امدادی ادارے یو این آر ڈبلیو اے کے ایک ترجمان نے کہا کہ اس بات کی تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے کہ اسرائیل جنگی جرائم کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں۔

نئے امریکی صدر سے توقعات

واشنگٹن- نیویارک ٹائمس کی رائے شماری کے مقبولیت امریکہ میں اقتدار کی منتقلی کے وقت نو منتخب صدر بارک اوبامہ کی مقبولیت کی شرح جہاں بڑھ کر ۷۹ فیصد ہوگئی جب کہ جارج ڈبلیو بش کی مقبولیت کی شرح گھٹ کر محض ۲۹ فیصد رہ گئی ہے۔ لوگوں نے نئے صدر سے کافی امیدیں وابستہ کررکھی ہیں۔

خبر ونظر

کسب معاش کے تین اصول

کسب معاش کے سلسلے میں عام طور سے تین اصول بیان کئے جاتے ہیں: (۱) دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر اپنے لئے وسائل حاصل کرنا (۲) ایسے طریقے اختیار کرنا جن میں اپنا بھی بھلا ہو، دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔ تجارت اسی ذیل میں آتی ہے (۳) اگر فرد خود متمول ہوگیا ہو تو دوسروں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے کام کرے ——— ان اصولوں کا ذکر ۷ارجنوری کو نئی دہلی کے ایک پروگرام میں لکچر دیتے ہوئے ممتاز ماہر معاشیات ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے بھی کیا۔ اسلام ان اصولوں کی توثیق کرتا ہے۔ مگر انسانوں کی بدقسمتی سے ایک ایسا اصول دنیا میں رائج ہوکر فروغ پاگیا ہے، جو سراسر ظلم اور بے انصافی پر مبنی ہے۔ وہ ہے دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنا فائدہ چاہنا۔ اس اصول پر عمل کا دائرہ ہندوستانی گاؤں کے ایک سودخور مہاجن سے لے کر آج کی واحد بڑی عالمی طاقت امریکہ تک وسیع ہے۔ آج کے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد یہی اصول ہے، بڑے بڑے مالی ادارے، کمپنیاں اور بینک اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اس اصول کی ایک صورت تو وہ ہے جو چوری، ڈکیتی اور لوٹ مار کی شکل میں سامنے آئی ہے جسے ہر کوئی برا کہتا ہے، لیکن دوسری صورت یعنی مہاجن اور مالی اداروں کی لوٹ کھسوٹ کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ اور پوری دنیا اسے تسلیم کرتی ہے۔

کساد بازاری کا واحد سبب

امریکہ ان دونوں صورتوں پر عمل پیرا ہے جو اپنے مالی اداروں کے ذریعے دنیا بھر کو سودی نظام میں جکڑنے کے ساتھ دوسرے ملکوں کے قدرتی وسائل پر قبضہ بھی کرتا ہے۔ عراق اس کی بدترین مثال ہے۔ مختلف بہانوں سے اس نے اس ملک کو تباہ کرکے وہاں کے عوام کو کنگال کردیا اور ان کے تیل کی دولت پر قبضہ کرکے اپنے عوام کو مزید خوشحال بنادیا۔ آج کسب معاش کے اس طریقے کو براسب کہتے ہیں لیکن اس کے خلاف آواز اٹھانے اور منظم ہونے کی ہمت دنیا میں نہیں ہے ——— آج کی عالمی کساد بازاری کا واحد سبب سودی نظام ہی ہے اگرچہ دنیا اس کا ادراک نہیں کرپائی ہے۔ اگر ادراک کسی درجے میں ہو بھی تو اعتراف کی جرأت نہیں ہے۔ بلکہ سرمایہ دارانہ نظام اور سودی معیشت کے بانیوں کی کوشش یہ ہے کہ دنیا اسی میں جکڑی رہے۔ اس سے باہر نہ نکلنے پائے۔ ۱۵ارنومبر کو واشنگٹن میں جی ۲۰، کی سربراہ کانفرنس میں، جس میں کہ ہندوستانی وزیر اعظم بھی شریک ہوئے تھے، امریکی صدر بش نے کسی تیسرے متبادل کے امکان کو خارج کردیا تھا اور کہا تھا کہ دنیا کو موجودہ مالی بحران کا حل موجودہ معاشی نظام ہی کے دائرے میں رہ کر تلاش کرنا ہوگا۔ لہجے سے صاف محسوس ہورہا تھا کہ بش کو کسی تیسرے متبادل کا خوف لاحق ہے۔

قوت نافذہ کہاں ہے

۷ارجنوری کے لکچر میں ڈاکٹر نجات اللہ صاحب نے موجودہ بحران کا سرسری حل یہ بتایا کہ خودغرضی، سود اور جوئے کو ترک کردیا جائے۔ مگر ظاہر ہے کہ دنیا کے لئے اسے قبول کرنا آسان نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ بلکہ موجودہ نظام کے بانیوں کے لئے تو یہ تجویز نیوکلیئر بم سے کم نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی بات پسند سبھی کو آئی لیکن ایک صاحب چاہتے تھے کہ اس قسم کی باتیں ہم مسلمان، اسلام کا نام لئے بغیر کہیں۔ ان کا جذبہ نیک تھا نیت بھی صاف تھی۔ ان کی تجویز کو حکمت بھی کہا جاسکتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس صورت میں تجویز کے پیچھے قوت نافذہ کا فقدان ہے۔ محض اخلاقاً انسانی ہمدردی ایک جگہ جا کر رُک جاتی ہے۔ جب کہ قوت نافذہ ایسی کسی بھی تجویز کو کارگر بنادیتی ہے۔ یہ قوت نافذہ قانون کے پاس بھی نہیں ہے اگر وہ ملکی یا بین الاقوامی سطح پر وضع بھی ہوجائے۔ اس تجویز کو عقیدے کی قوت ہی روبہ عمل لاسکتی ہے اور عقیدے کی یہ قوت اسلام کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ ایمان یعنی توحید، رسالت اور آخرت اور پھر اس کے تقاضوں کی تکمیل ہی وہ قوت ہے جو کسی قانون کے خوف کے بغیر انسان کو اپنے آپ اندر سے اس کے لئے تیار کرتی ہے کہ غلط کاموں سے باز رہے۔ لیکن انسانیت کا المیہ یہ ہے کہ جن کے پاس یہ عقیدہ ہے وہ خود بے عمل ہیں۔ (پ ر)

ان شکایات کی جانچ ہونی چاہئے

مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلیٰ موجودہ مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور اور کانگریس کے سینئر لیڈر بیرسٹر عبدالرحمٰن انتولے، اے ٹی ایس کے سربراہ ہیمنت کرکرے اور ان کے دو اہم ساتھیوں ایڈیشنل کمشنر آف پولیس اشوک کامٹے اور انسپکٹر وجے سالاسکر کی موت کے سلسلے میں ایک بار اعلیٰ سطحی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا لیکن پھر پارلیمنٹ میں اپنے کابینی رفیق وزیر داخلہ پی چدمبرم کے بیان پر مطمئن ہوجانے کا اعلان کرکے خاموش ہوگئے۔ وزیر داخلہ کے بیان سے انتولے مطمئن ہوسکتے ہیں اور پارٹی پالیسی کی وجہ سے وہ خاموشی اختیار کرسکتے ہیں۔ لیکن ان تینوں فرض شناس ذمہ دار افسروں کے اہل خانہ کو اس بیان سے تسکین حاصل نہیں ہورہی ہے۔ وہ نہ اس بیان پر یقین کررہے ہیں، نہ اس سے مطمئن ہورہے ہیں اور نہ اس کی وجہ سے اپنی آواز، دلی احساسات وجذبات کا گلا گھونٹنے یا مہر بلب ہونے کے لئے تیار ہیں نہ ہی ملک کے امن پسند اور حق وانصاف کے لئے آواز بلند کرنے والے اپنے ہونٹوں کو سینے کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں۔ اے ٹی ایس سربراہ ہیمنت کرکرے نے جس طرح ملک کے اندر ہونے والی دہشت گردانہ وارداتوں کے اصل مجرموں کے چہروں سے پردہ اٹھایا اس سے وہ ملک میں امن وسلامتی کے قیام کے لئے تڑپنے والوں، حق وانصاف کی آواز بلند کرنے والوں اور ملک کو اتحاد، قومی یکجہتی، سلامتی اور میل ومحبت کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے دیکھنے کی خواہش رکھنے والوں کی نظروں میں ہیرو کی حیثیت اختیار کرچکے تھے جب کہ وطن دشمنی، ملکی اتحاد کا نعرہ لگا کر اس کو ٹکڑوں میں بانٹنے کی تاریخ دہرانے کے لئے سرگرم دہشت گرد وفسطائی طاقتوں کو اپنی راہ میں زبردست خطرہ نظر آنے لگے تھے۔ چنانچہ انسانیت دشمن طاقتوں نے سیاسی، سماجی، دھارمک اور میڈیا کی سطح پر ان کے خلاف زبردست تحریک چھیڑ دی تھی ان کے خلاف الزامات تراشی کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ انہیں ہندو دشمن تک کا خطاب دے دیا تھا۔ ان کو عہدہ وذمہ داری سے ہٹانے کے مطالبات بھی کئے تھے۔ اور جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں بھی دے ڈالی تھیں۔ اس ہمہ جہتی طوفان اور سیلاب کے دوران ممبئی کے خونیں ہنگامہ برپا ہوئے اور انہی ہنگاموں میں ہیمنت کرکرے اور پولیس کے دیگر دو بڑے افسروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ان کی موت پر فسطائی طاقتوں نے خوشیاں بھی منائیں۔ اچھل کود بھی کی ناچ گانے اور ڈھول تاشے بھی کئے۔ مٹھائیاں بھی کھائیں اور کھلائیں۔ نریندر مودی جیسے ننگ انسانیت ان کی موت پر تمسخر کرنے کے لئے اور ہیمنت کرکرے کی بیوہ کو یتا کرکرے کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لئے ان کے پاس ایک کروڑ روپے لے کر بھی پہنچے جس سے ہیمنت کرکرے کی موت غیر ملکی دہشت گردوں کے ہاتھوں ہونے کے سلسلہ میں سوالات اٹھنے لگے۔ جب بھارتی حکومت کے پاس اوبرائے ہوٹل اور نریمن ہاؤس وغیرہ پر حملہ کرنے والوں کے بارے میں ٹھوس ثبوت اور شواہد موجود ہیں تو ان کو کسی کے بھی سامنے خواہ کوئی اندرون ملک ہو یا بیرون ملک قومی وبین

باقی صفحہ ۶ پر

ٹیکنالوجی کا جنون یا دورِ جدید کی نمرودیت وفرعونیت

(مولانا) محمد حذیفہ وستانوی
استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اللہ رب العزت نے انسان کو روح اور مادہ یعنی جسم سے مرکب پیدا کیا اور دنیا کو دار العمل وآزمائش اور فانی اور آخرت کو دار الجزا وسزا اور ابدی بنایا، ساتھ ہی انسان کو اختیار خیر وشر کا ملکہ عطا کیا، اور اسی اختیار پر آئندہ اس کی کامیابی و ناکامی کو موقوف رکھا۔ اگر وہ صرف مادہ پر محنت کرتا ہے اور اصلاح باطن سے روگردانی اختیار کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعث ہلاکت ہے؛ قرآن حکیم کہتا ہے: ''جس نے نفس یعنی باطن کو بگاڑ دیا وہ برباد ہوگیا'' اور اگر تزکیہ نفس کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعث نجات ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے: ''کامیاب ہوگیا وہ جس نے تزکیۂ نفس کیا''۔ تزکیہ نفس کے بغیر جنت میں دخول ممکن نہیں، کیوں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جہنم سے گنہ گاروں کو نکالا جائے گا، تو ایک نہر میں غوطہ دیا جائے گا جس سے دل اور نفس کی تمام برائیاں ختم ہو جائیں گی اور ویسے بھی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ مؤمن عاصی کو جہنم میں تزکیہ کے لیے ہی ڈالا جائے گا۔

مگر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ''صنعتی انقلاب'' کے بعد ''مغرب'' اور ''یورپ'' نے انسان کو ''مادیت'' کے دلدل میں پھنسا دیا ہے، اور مسلسل صدیوں سے یہی کوشش ہو رہی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ''مادہ'' ہی سب کچھ ہے، اسی لیے انھوں نے اللہ کے وجود کا انکار سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، اور ساتھ ہی سارٹر جیسے ملحد سائنس داں نے مادہ اور دنیا کے لافانی اور ابدی ہونے پر بھی بے تکے دلائل سے زور دیا ہے۔ گویا یہ کائنات خود بخود بنی ہے اور ہمیشہ رہے گی، ختم نہ ہوگی، یہ اکثر مغربی سائنس دانوں کا رجحان ہے، البتہ بعض معدودے چند ایسے سائنسداں بھی ہیں جو ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے، اور دنیا کے آغاز اور فنا ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں۔ اگر چہ وہ غیر مسلم ہیں، مگر (بے جا) وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنے والے بعض لوگوں نے انہیں ''مؤمن سائنسداں'' کا لقب دینے کی جسارت کی ہے، جو صحیح نہیں جب تک ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مظاہرہ ان کی جانب سے نہ ہو ہم انہیں ''مؤمن سائنسداں'' نہیں کہہ سکتے۔

اس تمہید کے بعد آیئے ہم اصل موضوع کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ ایک عرصہ پہلے، اردو ٹائمز میں سائنس پر ایک مضمون میں یہ موازنہ کیا گیا تھا کہ سائنس اور قدرت کا تقابل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس میں مختلف سائنس دانوں کے نظریات بیان کیے گئے تھے، بعض سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ قدرت کا مقابلہ سائنس نہیں کرسکتی اور بعض کا کہنا تھا کہ (العیاذ باللہ) سائنس نہ صرف قدرت کا مقابلہ کرسکتی ہے بلکہ اس کو پچھاڑ بھی سکتی ہے۔ عجیب عقل کے مارے ہوئے ہیں یہ سائنسداں، جو تحقیق اور ریسرچ اسکالر اور اپنے ذہین وفطین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جبکہ اتنی موٹی سی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ کہاں لامحدود قدرت الٰہی اور کہاں محدود در محدود عقل انسانی؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ محدود، غیر محدود کا مقابلہ کرسکے؟ قرآن جو غیروں کو کبھی ''سفہاء'' کہتا ہے، کبھی ''میت اور موتیٰ'' کہتا ہے، کبھی ''اعمی اصم اور ابکم'' کہتا ہے، کبھی ''لایعقلون''، کبھی ''لایعلمون''، ''لایبصرون''، ''لایسمعون'' کہتا ہے بالکل صحیح اور درست کہتا ہے۔ واقعتاً ان کا یہی حال ہے۔ گزشتہ دنوں عربی مجلہ ''المجتمع'' میں تین مضامین یکے بعد دیگرے ایک ہی موضوع پر تھے ''کرینیکس'' یعنی انسانی مردہ بدن کو اس غرض سے محفوظ رکھنا کہ وہ دوبارہ سائنسدانوں کی کوشش سے دنیا ہی میں زندہ کیا جاسکے گا!

علمی ترقی انسان کا فطری تقاضا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اللہ رب العزت نے جب سے وجود بخشا ہے تب ہی سے علم کو اس کی طبیعت کا ایک لازمی عنصر بنا دیا ہے، یہ عجیب امر ہے کہ قرآن کے بیانِ صادق کے مطابق، اللہ نے جب اسے پیدا کیا، تو پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلے اسے علم سے وابستہ کیا کیوں کہ علم ہی وہ جوہر تھا جس سے خیر اور شر کے درمیان تمیز کا ملکہ پیدا ہوتا، اور علم بھی اللہ نے خود معلم بن کر سکھایا، اب ذرا غور کیجیے جس انسان کا سب سے پہلا معلم، اور استاد خود اس کا خالق و مالک جو حکیم وعلیم، خبیر وبصیر، معبود برحق اللہ جل جلالہٗ ہو، اس کو علم سے کیسا تعلق ہوگا، اسی علم الٰہی کی برکت ہے، کہ ہزاروں سالوں کے بعد بھی آج انسان کے ایک طبقہ میں خیر اور شر کے درمیان حق و باطل کے مابین امتیاز کا وصف موجود ہے، علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ نے رہنے سہنے، کھانے پینے اور نکاح بیاہ، سب کا انتظام علم سکھانے کے بعد کیا، اور اسی علم کی وجہ سے انسان کو مسجود ملائکہ اور اشرف الخلائق کا رتبہ عطا کیا، مگر یہ سوچنا چاہیے کہ آخر کیوں ایسا بڑا رتبہ اور اتنی بڑی اہمیت علم کو دی گئی؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ انسان شر کو چھوڑ کر خیر کو اختیار کرے، کیوں کہ اللہ خیر اور حق کو پسند کرنے والا ہے، گویا وہ اسی علم الٰہی کی وجہ سے وصول الی اللہ جیسی عظیم نعمت سے مالا مال ہو جائے، جو انسانی زندگی کا مقصد اور منتہیٰ ہے، لہٰذا انسان کو علم اس لیے سیکھنا چاہیے کہ وہ اللہ تک رسائی حاصل کرلے، نہ اس لیے کہ (العیاذ باللہ) وہ اللہ کو اپنا مدِ مقابل بنا کر اس کی لامحدود قدرت کے مقابلے پر اتر آئے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ حماقت ہے، اور جس چیز کو علم کا نام دے کر وہ ایسا کر رہا ہے، وہ علم نہیں، جہل ہے، مگر عقل سے کورا ہونے کی وجہ سے وہ اسی جہل کو علم تصور کرتا ہے، علم جدید (سائنس) جو درحقیقت فن جدید کہے جانے کا صحیح مصداق ہے، وہ اس وقت اسی دہانے پر کھڑا ہوا ہے، جس کی بین اور واضح بے شمار مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں ان میں سے ایک ''کرینیکس Cryonics'' ہے، جس کو ہم نے موضوع بحث بنایا ہے۔

''کرینیکس'' کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ اس کو بیان کرنے سے پہلے ہمیں ''کرینیکس'' کو سمجھنا ہوگا، کیوں کہ شریعت کسی بھی چیز کا بلا تحقیق حکم مسلط نہیں کرتی بلکہ پہلے اس کی پوری حقیقت کا بغور مطالعہ کرتی ہے، اس کے بعد دنیا وآخرت میں اس کے کیا نتائج اور مصالح و مفاسد مرتب ہوتے ہیں اس کا معائنہ کرتی ہے، افراد اور معاشرے دونوں کے لیے وہ چیز کس حد تک مفید اور کس حد تک مضر ہے، غرضیکہ اس کے تمام مالہ وماعلیہ کو بغور معلوم کرلینے کے بعد کوئی حکم مرتب کرتی ہے کہ یہ چیز جائز ہونی چاہیے یا ناجائز۔

ایک مدت سے ایک عجیب بات منظر عام پر آرہی ہے، وہ یہ کہ اہل سیاست اور اہل سائنس کسی چیز کو سیاسی یا سائنسی میدان میں پردہ پر لانے سے پہلے اس کی کہانی بنا کر اس پر فلم بناتے ہیں اور پھر اس فلمی پردے پر اس کی قبولیت کے بعد اسے حقیقی صورت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ نائن الیون کے واقعے میں بھی یہی کچھ ہوا۔ اب ''کرینیکس'' کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے، اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے ''فتنہ ساز'' ادارے اور کمپنیاں کتنی چابک دستی اور مکاری کے ساتھ فکرِ انسانی پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے، گویا ان کا اصل ہدف انسانی قوت فکر، اور انسانی قوت عقل پر غالب آکر، اس پر تادیر مسلط رہنا اور ساتھ ساتھ یہ بھی تأثر دینا ہے کہ ہم اتنی ترقی کر چکے ہیں، کہ موہوم اور خیالی چیزوں کو بھی حقیقت میں بدل سکتے ہیں، لہٰذا اب انسانوں کو ہماری ہی بات تسلیم کرنی چاہیے اور سب سے بیزار ہوجانا چاہیے۔

''دیمۃ الجابر'' اپنے عربی مضمون ''کرینیکس'' میں تحریر کرتی ہیں کہ ''ایک مدت پہلے ہم نے امریکی قلمکار ''جاک لندن'' کی تحریر کردہ ایک کہانی کا مطالعہ کیا تھا جس کا عنوان تھا ''آلاف المیتات'' (A Thousand Deaths) یعنی ہزاروں مردے، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک باپ جو علم الحیات کا ماہر ہوتا ہے، اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ مردہ کو زندہ کرے، گویا وہ اپنے ہی بیٹے پر یہ تجربہ کرتا ہے، کہ کبھی اس کو زہر دے کر موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، پھر اسے زندہ کرتا ہے، کبھی گلا گھونٹ کر مار دیتا ہے، پھر اسے زندہ کرتا ہے، اور زندہ کرنے کے لیے اس کو مارنے کے بعد اس کے جسم کو محفوظ رکھنے کی خاطر برودت میں جمانے کے لیے رکھ دیتا، اور پھر کیمیائی مواد کو مرکب کر کے اس منجمد جسم کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے تجربہ کرتا، اور اس طرح وہ زندہ ہو جاتا، گویا مکمل موت کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہو جاتا، پھر قصہ اس بات پر ختم ہوجاتا کہ کسی طرح بیٹا اس کے باپ اور اس کے معاونین سے گلو خلاصی حاصل کر کے راہ فرار اختیار کرلیتا۔

''موت'' ایک حقیقت ہے، اور موت کے بعد انسان کی روح یا تو جنت میں چلی جاتی ہے، یا جہنم میں، گویا وہ مکمل طور پر محبوس ہو جاتی ہے، اس کا اعادہ اللہ کے علاوہ کسی کے لیے ممکن نہیں، کیوں کہ وہ زندگی کے مرحلۂ ثانی یعنی برزخ میں پہنچ جاتی ہے، قرآن حکیم کا صاف اعلان ہے: ''یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آپہنچے گی تو وہ کہے گا، اے میرے رب، مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے، تاکہ میں نیکی کر کے آؤں جس کو میں نے پہلے فراموش کر دیا تھا، (جواب ملے گا) ہرگز یہ آرزو پوری نہ ہو سکے گی، اس کا یہ قول صدا بصحرا ثابت ہوگا، اور ان کے لیے حیات دنیوی کے بعد حیات برزخ ہوگی، قیامت کے دن تک'' (المؤمنون) یہ آیت کریمہ مسلمانوں کو درس دے رہی ہے کہ انسان زندگی کے تین مراحل سے گزرے گا، حیات دنیا، ولادت سے موت تک، حیات برزخ، موت سے قیام قیامت تک، اور حیات آخرت یوم الحساب سے ابدالآباد تک کے لیے، عجب نہیں اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ سے مسلمانوں کو پہلے ہی اس بات پر متنبہ کر دیا ہو کہ کوئی کیسا ہی دعویٰ کیوں نہ کرے، یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا میں موت کے بعد انسان یا کسی بھی حیوان کو زندہ کیا جاسکے، تم اس کے موہوم دعویٰ پر کبھی بھروسہ اور اعتماد نہ کرنا، بلکہ اللہ ہی کے دعویٰ پر اعتماد اور یقین رکھنا، اگر تم اس کی کتاب اور اس کے معبود برحق ہونے کا ایمان رکھتے ہو۔ بہر حال سائنسدانوں کے اس دعویٰ موہومہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے دنیا میں یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے، کہ انسانوں اور جانوروں کے مردہ جسموں کو اعادہ حیات کی امید پر ''کرینیکس (Cryonics)'' کیا جارہا ہے۔

''کرینیکس'': ایک سائنسی اصطلاح ہے، آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے صفحہ ۱۷۳/ پر ہے: Cryonics کہا جاتا ہے۔

"Process of freesing a body at the momnet of its death with the hop that it will be brouht back to life at same future time." P317

مستقبل قریب میں اعادہ حیات کی امید پر موت کے بعد بدن اور جسم کو منجمد کرنے کے لیے کولنگ یعنی ٹھنڈک میں رکھ دینا۔

سائنسدانوں نے یہ تجربہ کیا کہ کسی چیز کو شدید برودت میں رکھا جاتا ہے تو وہ گلنے اور سڑنے سے محفوظ ہو جاتی ہے، اسی تجربہ کے نتیجہ میں سلاجۃ یعنی فریج ایجاد کیا گیا، اب اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہا جارہا ہے، کہ انسانی لاشوں اور حیوان کی مفقود ہونے والی انواع کو بھی بڑے بڑے کولڈ سینٹروں میں، مختلف کیمیائی مادوں کے سہارے محفوظ کیا جائے اور اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ دوسری جانب یہ بات بھی قابل تعجب ہے، کہ خود اس فن کے ماہرین اس بات کا اعتراف بھی کر رہے ہیں، کہ یہ بات قطعی اور یقینی نہیں ہے، کہ ہم مردار کو زندہ کرنے پر قادر ہو ہی جائیں گے، اور اگر بالفرض قادر ہو بھی گئے تو اس بات کا بھی کوئی یقین اور گارنٹی نہیں کہ یہ محفوظ اجسام پہلے کی طرح حرکت اور کام کاج پر قادر ہوسکیں گے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ طویل عرصہ گزر جانے کی صورت میں کمزوری اور بڑھاپے کا مزید شدت سے احساس ہو۔ مزید برآں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زندہ ہونے کے بعد انسانی معاشرے سے نفوذ بھی اختیار کرلیں یا انسانوں اور اپنے ہم جنسوں سے بالکلیہ ہی ناطہ توڑ لیں، مگر پھر یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو سائنس اس کا بھی علاج تلاش کر کے اس کے بڑھاپے کو جوانی سے تبدیل کردے گی اور اس کو ایسا محفوظ و مامون کردے گی کہ کوئی بیماری ہی لاحق نہ ہونے پائے پھر علاج کا سوال ہی کہاں پیدا ہوگا۔

دوسری جانب یہ بات بھی قابل تعجب ہے، کہ خود اس فن کے ماہرین اس بات کا اعتراف بھی کر رہے ہیں، کہ یہ بات قطعی اور یقینی نہیں ہے، کہ ہم مردار کو زندہ کرنے پر قادر ہو ہی جائیں گے، اور اگر بالفرض قادر ہو بھی گئے تو اس بات کا بھی کوئی یقین اور گارنٹی نہیں کہ یہ محفوظ اجسام پہلے کی طرح حرکت اور کام کاج پر قادر ہوسکیں گے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ طویل عرصہ گزر جانے کی صورت میں کمزوری اور بڑھاپے کا مزید شدت سے احساس ہو۔

یہ سب متضاد دعوے محض وہم اور اٹکل ہیں، جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں۔ قرآن کریم نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے: ''یہ لوگ محض اٹکل کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور اٹکل اور ظن حق تک رسائی میں ذرہ برابر مددگار ثابت نہیں ہوتا''۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ آج تک کوئی وہمی نظریہ اپنی حقانیت کو ثابت نہیں کرسکا بلکہ اگر آپ قرآن پاک کی روشنی میں ماضی بعید کے متمردین میں ''فرعون'' کے دعاوی کو پڑھیں تو آج کے ان گمراہ سائنسدانوں اور اس میں مماثلت پائیں گے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے یہی اعلان حق کیا تھا، کہ میں رب العالمین الٰہ واحد کو اپنا معبود جانتا ہوں تو فرعون نے کہا تھا: کہ اے ہامان! اونچی عمارت کھڑی کرو تا کہ میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر (العیاذ باللہ) اس کا مقابلہ کرسکوں اور ادھر قرآن پاک بھی چودہ سو سال سے اسی اعلان برحق کی صدائیں لگا رہا ہے، قرآن حکیم حقائق کو بیان کرتا ہے، ان گمراہ سائنس دانوں کی طرح ظنیات کو نہیں بیان کرتا۔ قرآن حکیم نے فرعون کے واقعہ اور خاص طور پر واقعہ کے اس جزء کو اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے، شاید وہ اسی لیے ہو، کہ فرعونیت کی مثالیں جس طرح کسی زمانے میں مصری تہذیب کا جزء رہی ہیں، نام اور اسلوب بدل کر مادی ترقی کے دور میں بھی اس کا ظہور ہونے والا ہے، اسی لیے پہلے ہی سے قرآن نے اس کے جوابات ماضی کے واقعات کی روشنی میں بیان کردیے، اور ساتھ ہی نتائج بھی تاکہ ہم مسلمانوں کو ہر وقت اس پر تنبیہ ہوتی رہے، اور ہم اس طرح کے کسی بھی پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوسکیں۔

امریکہ کی ''اریزونا'' ولایت میں ''سکوتسدیل'' شہر میں ایک ''آلکور'' نامی کمپنی ہے، جس کی تاسیس ۱۹۷۲ء میں عمل میں آئی، جو ''انجماد'' کے لیے مشہور و معروف ہے، اس کا خود اپنے بارے میں یہ کہنا ہے کہ ہمارا ادارہ اور تنظیم انسانی زندگی کی حفاظت کے لیے بغیر نفع کے کام انجام دے رہا ہے، اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر چہ وہ اس پوزیشن میں نہیں کہ مردہ کو زندہ کردے مگر موت کے بعد انسانی جسموں کے خلایا کو باقی رکھنے اور ان کی حفاظت میں لگا ہوا ہے، اسی لیے اس ادارے میں کام کرنے والا اسٹاف، مردہ جسموں کو لاش کہنے کے لیے رضامند نہیں، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مریض اور بیمار لوگ ہیں کہ موت کی وجہ سے ان کی زندگی کچھ وقت کے لیے رک گئی ہے (ان کے زعم باطل کے مطابق) وہ کبھی نہ کبھی زندہ کرلیے جائیں گے۔ حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ ہر لاش کے لیے جوان کی کمپنی میں رکھی جاتی ہے، ایک فائل ہوتی ہے، جس میں اس کے خطوط اور رسائل کو محفوظ کیا جاتا ہے تاکہ وہ زندہ ہونے کے بعد انہیں پڑھ سکے۔

''کرینیکس'' کی صورتیں:

''کرینیکس'' ایک سائنسی اصطلاح ہوچکی ہے، اسی لئے ہم نے بھی اس کو ویسا ہی استعمال کیا ہے کیونکہ آکسفورڈ ڈکشنری میں، ''کرینیکس'' کی اصطلاح بیان کرنے کے بعد اس کے آگے تحریر کیا ہے کہ (Noun) یہ اسم ہے۔ ''کرینیکس'' کی دو صورتیں ہوتی ہیں: (۱) پورے جسم اور بدن کو ''کرینیکس'' کیا جاتا ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ صرف سر اور دماغ کو ''کرینیکس'' کیا جاتا ہے، اس لیے کہ سائنسدانوں کے بیان کے مطابق ''اصل عضو رئیسی'' سر اور دماغ ہے اگر وہ محفوظ ہو جائے اور آئندہ اگر یہ ممکن ہو کہ مردہ زندہ ہو جائے تو بعد میں دیگر اعضاء کا بنانا آسان ہو جائے گا، گویا ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جب ناممکن یعنی موت کے بعد حیات ممکن ہو جائے گی، تو اس کے بعد جسم بنانا کوئی بڑی بات نہیں، گویا اعلیٰ پر قدرت کی صورت میں ادنیٰ پر قدرت بدرجہ اولیٰ آسان ہو جائے گی، مگر ان کے اس دعویٰ پر بھی تعجب ہے کہ وہ ہزار کوشش اور محنت کے باوجود اب تک اصل اعضاء کی طرح اعضاء ہی نہیں بنا سکے، تو کیا وہ موت کے بعد دوبارہ حیات کے اعادہ پر قادر ہوسکیں گے؟!!!!!!!!!!!!!!!!!

قرآن حکیم نے فرعون کے واقعہ اور خاص طور پر واقعہ کے اس جزء کو اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے، شاید وہ اسی لیے ہو، کہ فرعونیت کی مثالیں جس طرح کسی زمانے میں مصری تہذیب کا جزء رہی ہیں، نام اور اسلوب بدل کر مادی ترقی کے دور میں بھی اس کا ظہور ہونے والا ہے، اسی لیے پہلے ہی سے قرآن نے اس کے جوابات ماضی کے واقعات کی روشنی میں بیان کردیے،

''کرینیکس'' کے مراحل:

(۱) تثبیت (Stabilization): اس عمل کو کہا جاتا ہے جس میں میت کی باڈی کو سب سے پہلے ایسے کمرے میں رکھا جاتا ہے جس میں برف ہی برف ہوتا ہے تاکہ اس کو دوسرے آلات وغیرہ لگائے جانے سے پہلے، سڑن سے بچایا جاسکے، گویا یہ تمہیدی عمل ہوتا ہے۔ (۲) نقل (Transportazation): یعنی عمل کے بعد مردہ کے جسم کو ایسے کمرے میں منتقل کیا جاتا ہے جہاں اس پر ''انجماد کا عمل'' کیا جاسکے۔ اس کے لیے اسپتال کو حکومت کی جانب سے اجازت نامہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ امریکہ میں بہت سے اسپتالوں کے پاس یہ لائسنس یعنی اجازت نامے پائے جاتے ہیں۔ (۳) کیمیائی مواد کا الحاق (Cryoprotectants Profuision): انجماد کے عمل کے مکمل ہونے کے بعد اس کے دماغ اور جسم کو طویل مدت تک باقی رکھنے کے لیے ایسا کیمیائی مواد اس کے بدن اور دماغ میں بھر دیا جاتا ہے جس سے وہ کسی طرح کی خرابی سے دوچار نہ ہونے پائے اور پھر کچھ مدت اس پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے، کہ کہیں مواد کے الحاق کے بعد کوئی تبدیلی تو واقع نہیں ہو رہی ہے؟ تاکہ تبدیلی کی صورت میں کوئی اور کیمیائی مواد شامل کیا جائے۔ (۴) تبرید (Cooling) کیمیائی مواد کے الحاق کے بعد دو ہفتے کے لیے اُسے بالکل بارد اور ٹھنڈے کمرے میں رکھ دیا جاتا ہے جہاں ٹھنڈک صفر پوائنٹ ۱۹۶ ڈگری ہو یعنی ۰،۱۹۶ (۵) طویل المدت نگہداشت (Long Termcare): اخیر میں جب ان تمام مراحل سے مردہ کے جسم کو گزار دیا جاتا ہے تو سیال نیٹروجن کے کیمیائی مادے سے بھرے ہوئے 'المونیم' میں رکھ دیا جاتا ہے جس کی ٹھنڈک اور برودت 0.196 ڈگری ہوتی ہے اور اس میں اسے دراز رکھا جاتا ہے اور پھر اس کو بھاری بھرکم مخصوص صندوق نما میں رکھ دیا جاتا ہے، وہ صندوق نما اتنا بڑا ہوتا ہے، کہ اس میں چار مردہ جسموں کو آسانی کے ساتھ رکھا جاسکتا ہے، پھر اس پر لوہے کی چادر کو تان کرا سے پیک کر دیا جاتا ہے اور اس سے یہ امید وابستہ کردی جاتی ہے، کہ ایک نہ ایک دن جب سائنس اور ٹیکنالوجی اس حد پر پہنچ جائے گی کہ وہ مردہ کو زندہ کرسکے تو انہیں زندہ کر دیا جائے گا، بالکل اسی طرح جیسے ''فراعنۂ مصر'' کی لاشوں کو ''حنوط'' کر کے ان کے ماننے والوں نے ''ممیوں'' کی صورت میں چھوڑا ہے انہوں ان کے لیے کھانا وغیرہ رکھا تھا، تاکہ وہ زندہ ہونے کے بعد کھائیں گے، تو انہوں اپنی ''علمیت پسندی'' کا مظاہرہ کرنے کے لیے ''فائلیں'' رکھی ہیں جس میں ان کے مراسلات اور پیغامات ہوتے ہیں، اگر غور سے موازنہ کیا جائے تو جاہلیت کی قدیم تہذیبوں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کی اسی نئی جاہلی تہذیب میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ذرا سوچئے! کیا اسی کو ترقی کہیں گے؟ یا اسے ''جاہلیت جدیدہ'' اور ''فرعونیت جدیدہ'' کا نام دیا جائے۔ اسے ترقی کے بجائے انہیں مؤخر الذکر دو ناموں سے یاد کیا جانا زیادہ مناسب اور حقیقت سے قریب ہی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔

اس موہوم ہی نہیں ناممکن امر کے پیچھے کتنے مصارف ہوتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ایک لاش کو ''کرینیکس'' کرنے کے پیچھے تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار امریکی ڈالر خرچ ہوتے ہیں اور اگر صرف دماغ کو ''کرینیکس'' کرنا ہو تو پچاس ہزار امریکی ڈالر۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو امریکہ میں مقیم ہو اور اگر وہ امریکہ کے باہر کسی اور ملک میں ہو تو مصارف اور بڑھ جاتے ہیں اور لاش اور ہوائی جہاز سے امریکہ لانے اور اس کی اجازت وغیرہ میں مزید پچاس ہزار امریکی ڈالر صرف ہو جاتے ہیں، یوں دو لاکھ امریکی ڈالر کی ضرورت پڑے گی۔ اب ذرا غور کریں، یہ ''وہم کی بیچ نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک غیر یقینی اور ناممکن امر کے پیچھے اتنی خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے، اگر یہی رقم غرباء ومساکین پر خرچ ہو تو انسانیت کے دعویٰ میں کچھ صداقت کی بو بھی پیدا ہو سکتی ہے، یہ تو انسانیت سے گری ہوئی بات ہے، ''کرینیکس'' کو صرف مغرب کے ملحدین ہی نہیں تسلیم کر رہے ہیں بلکہ بہت سے ''روشن خیال مسلمان'' بھی اس پر اعتماد کرنے لگے ہیں، بلکہ ایک کمپنی (Cryonet) تو مسلمانوں میں ''کرینیکس'' کی معلومات عام کرنے میں سرگرم ہے، تا کہ نام نہاد، روشن خیال مسلمانوں کو بھی اپنے جال میں پھنسایا جائے، اور اس طرح اپنی موہوم ''انسانیت نوازی'' کے نام کی جانے والی بیچ سے منافع حاصل کیے جائیں۔

جامعہ کویت کے استاذ حدیث الدکتور یحییٰ اسماعیل ''کرینیکس'' کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کرینیکس'' یہ عمل اسلامی نقطۂ نظر سے بہ چند وجوہ حرام ہے: (۱) ''کرینیکس'' قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے موقف کے بالکل برخلاف ہے یہ عمل اور فکر اس لیے ہے کہ قرآن حکیم کا اعلان ہے: ''ہم نے (اے انسانو!) تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ ہم زندہ کریں گے''۔ (سورہ طٰہٰ) گویا ''اعادۂ حیات'' کی ''قدرت'' اللہ کو حاصل ہے، نہ کہ انسان کو، چاہے وہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلے۔ (۲) جب شریعت مطہرہ نے کفن میں ضرورت سے زائد استعمال کرنے کو ناجائز قرار دیا اور اسے اسراف میں شمار کیا تو ''کرینیکس'' کے غیر اسلامی عمل کے لیے لاکھوں روپیوں کے بے جا اسراف کی اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ (۳) شریعت میں موت کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک موت معنوی اور دوسری موت حقیقی۔ موت معنوی سے مراد قوت عقل کی موت، یعنی اگر وحدانیت اور آخرت وغیرہ سمجھ میں نہ آئے، تو قرآن کریم اسے موت معنوی سے تعبیر کرتا ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر: ۴۴ اور سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۹ میں مذکور ہے۔ دوسری روح کا بدن سے جدا ہونا ہے، اسے قرآن نے موت حقیقی کہا، جیسا کہ ''لکل نفس ذائقۃ الموت'' وغیرہ آیات میں مذکور ہے۔ (۴) یہ عمل انسان کی کرامت اور بزرگی کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ شریعت نے اسے وقار کے ساتھ مٹی کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۵) اس عمل پر اعتقاد گویا ایک مُسلّم عقیدہ سے انحراف کے مترادف ہے، گویا ''فناء'' کا انکار اور ''ابدیت'' پر ایمان لازم آتا ہے، جو سراسر غیر شرعی اور غیر عقلی نظریہ ہے۔

اسی طرح الدکتور شحات جندی اور الدکتور محمد دسوقی اسی طرح شیخ مصباح حماد ان تمام علماء عرب ومصر نے اس کی حرمت کو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہونے پر مختلف آیات اور احادیث سے ثبوت فراہم کیا ہے، اور مسلمانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ: ''اے مسلمانو! اپنی کامل ومکمل شریعت شریعت اسلامیہ پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ اور آخرت کا پورا یقین رکھو جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بکثرت اس کا ذکر وارد ہے''۔

دانشوروں اور سائنسدانوں کا موقف:

امریکہ کے ایک مسلمان دانشور حمزہ یوسف Islam for Today سے بات چیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بڑے افسوس کی بات ہے کہ ٹکنالوجی کے جنون نے مادہ پرستی کو اس حد تک پہنچا دیا ہے، کہ ''طول حیات'' اور ''اعادۂ حیات'' کی توقعات باندھی جارہی ہیں، اور ''اعادۂ حیات'' کے لیے جسموں کو مرنے کے بعد محفوظ رکھنے کا عمل کیا جارہا ہے، جس سے غیر تو غیر بہت سے مسلمان بھی متاثر ہو کر انحراف فکری کا شکار ہو رہے ہیں، ظاہر بات ہے کہ مادہ پرستی انسانوں پر ایسی مستولی ہو چکی ہے کہ وہ روحانیت سے بالکل بے بہرہ ہو چکے ہیں؛ زھد فی الدنیا اور جہاد بالنفس تو گویا عنقا ہوتا نظر آرہا ہے۔

جامعہ اسکندریہ کی طبیہ فیکلٹی کے پروفیسر ڈاکٹر نبیل حمیدہ کہتے ہیں کہ: ''کرینیکس'' کا نظریہ محض ایک خیالی پلاؤ کے علاوہ کچھ بھی نہیں قلب کے عمل سے رو کنے کے بعد حیات کی امید کوئی معنی نہیں رکھتی، مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہے کہ اپنے آپ کو ماہر کہنے والے کیسے اس بات کا دعویٰ کر رہے ہیں کہ اعادۂ حیات ممکن ہے؟ اور کیسے وہ اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ

باقی صفحہ ۷ پر

دعوت

بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کی اعلیٰ سطحی انکوائری کب ہوگی؟

انکوائری کا مطالبہ کرنے والے عوام، سیاسی پارٹیوں اور مرکزی وزراء کی تعداد بڑھتی جارہی ہے لیکن مرکزی حکومت معنی خیز خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے

مرکزی وزیر فروغ انسانی وسائل ارجن سنگھ نے طویل خاموشی کے بعد ۱۹ر ستمبر ۲۰۰۸ء کو نئی دہلی کے بٹلہ ہاؤس کے L-18 میں ہوئے مبینہ انکاؤنٹر کی عدالتی انکوائری کا معاملہ اٹھایا ہے۔ اس مبینہ انکاؤنٹر میں عاطف اور ساجد نام کے دو مسلم نوجوان مارے گئے تھے جبکہ دہلی پولیس کے اسپیشل سیل کے انسپکٹر موہن چند شرما کی بھی گولی لگنے سے موت ہوگئی تھی۔ مسٹر سنگھ نے نئی دہلی میں قومی اقلیتی کمیشن کے ایک اجلاس کے بعد ۲۰ر جنوری کو نامہ نگاروں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ سال ہوئے اس مبینہ انکاؤنٹر کی عدالتی انکوائری پر حکومت غور کررہی ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود ذاتی طور پر محسوس کرتے ہیں کہ اگر اس واقعے کے سلسلے میں معاملات کو پوری طرح صاف کردیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر کی جوڈیشیل انکوائری کا مطالبہ روز اول سے مختلف حلقوں خصوصاً مسلمانوں کی طرف سے کیا جارہا ہے۔ مسلمان خصوصاً محلّہ کے لوگ اسے انکاؤنٹر ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ اعلیٰ سطحی انکوائری کے پہلے دن سے تحریک چلارہے ہیں، اس کے لئے انھوں نے دہلی کی وزیر اعلیٰ شیلا دیکشت سے لے کر کانگریس کی صدر اور یو پی اے کی چیئر پرسن سونیا گاندھی، سابق وزیر داخلہ شیوراج پاٹل، قومی و ریاستی اقلیتی کمیشن، قومی انسانی حقوق کمیشن، حتیٰ کہ وزیر اعظم منموہن سنگھ سبھی سے مل چکے ہیں لیکن ابھی تک ان کی مانگ تسلیم کرنا تو دور قومی سلامتی کے مشیر نارائنن نے تو الٹے یہ کہہ دیا کہ جو لوگ انکوائری کی مانگ کررہے ہیں وہ ملک کے غدار ہیں اور وزیر اعظم نے یہ بول دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس دوران دہلی اسمبلی انتخابات کے موقع پر یہ خبر آئی تھی کہ مرکزی حکومت معاملہ کی انکوائری پر غور کررہی ہے لیکن انتخابی ضابطہ اخلاق کے نفاذ کی وجہ سے وہ کوئی بھی قدم الیکشن کے بعد ہی اٹھائے گی۔ دہلی اسمبلی انتخابات کو ہوئے ڈیڑھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا، لیکن اس بابت ابھی تک کوئی خبر نہیں آئی۔ البتہ مرکزی وزیر ارجن سنگھ کے بیان سے ایک بار پھر یہ معاملہ سیاسی و سماجی حلقوں میں موضوع بحث بن گیا۔

مسٹر سنگھ پہلے وزیر نہیں ہیں جنھوں نے انکوائری کے حق میں آواز اٹھائی ہے۔ ان سے پہلے وزیر ریلوے لالو پرساد یادو، امور خارجہ کے وزیر مملکت ای احمد، مرکزی وزیر منی شنکر ایئر، کانگریس، سماجوادی پارٹی، جنتا دل (سیکولر) اور دیگر کئی سیاسی جماعتوں کے متعدد لیڈران عدالتی یا اعلیٰ سطحی انکوائری کا مطالبہ کرچکے ہیں۔ البتہ مسٹر ارجن سنگھ اب تک اس معاملے پر خاموش تھے۔ جب کہیں سے اس کی آواز نہیں اٹھ رہی تھی تو انھوں نے مذکورہ بیان دے کر اس بحث کو پھر چھیڑ دیا ہے۔ ان کے بیان پر مثبت اور منفی دونوں طرح کے ردعمل سامنے آئے ہیں۔ کچھ نے ان کی تائید میں بیان دیا ہے تو کچھ نے ان کی طویل خاموشی پر آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ ایک طبقے نے بیان کی ٹائمنگ پر اعتراض کیا ہے اور اسے لوک سبھا انتخابات سے جوڑ کر دیکھا۔

بی جے پی نے مسٹر سنگھ کے بیان پر ایسا سخت ردعمل ظاہر کیا ہے جیسے انھوں نے پارٹی کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی ہے۔ پارٹی کے جنرل سکریٹری ارون جیٹلی نے انھیں وزارت سے ہٹانے کا مطالبہ کردیا ہے اور حکومت سے وضاحت طلب کی ہے۔ مسٹر سنگھ سے قبل بی جے پی ممبئی حملوں کی تحقیقات سے متعلق ایک اور مرکزی وزیر عبدالرحمٰن انتولے کے بیان پر بھی ہنگامہ کرچکی ہے جسے لیپا پوتی کر کے حکومت نے دبادیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملے میں اس طرح کے بیان پر بی جے پی تو شور مچاتی ہے لیکن خود جب پھنستی ہے تو آسمان سر پر اٹھالیتی ہے۔ جیسا کہ اس نے مالیگاؤں بم دھماکے کی انکوائری کے سلسلے میں کیا۔ اس نے مہاراشٹر اے ٹی ایس کی کارکردگی تک کی انکوائری کا مطالبہ کردیا تھا۔ پارٹی کے لیڈر ایل کے آڈوانی نے تو ایسا بیان دے دیا کہ وزیر اعظم منموہن سنگھ تک اس سے مرعوب ہوگئے اور صفائی پیش کی۔ اس طرح کے معاملوں میں پارٹی کا موقف ہمیشہ دہرا رہتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کے سلسلے میں محلّہ کے لوگوں کی باتیں زیادہ قابل اعتبار ہیں یا بی جے پی کی۔ جس کا کوئی بھی لیڈر آج تک جائے وقوع پر گیا بھی نہیں، چونکہ پولیس کی کہانی اس کی پالیسی کے مطابق ہے اس لئے وہ آنکھ بند کر کے پولیس کی حمایت کرتی رہتی ہے اور اس کا دفاع کرتی رہتی ہے اور جو کوئی انکوائری کا مطالبہ کرتا ہے اس کے خلاف کارروائی کی مانگ کرنے لگتی ہے۔ پتہ نہیں مرکزی حکومت کی کیا مجبوری ہے اور اس پر کن لوگوں کا دباؤ ہے کہ معاملے کی انکوائری سے گریز کررہی ہے۔ پہلے یہ کہا جارہا تھا کہ سابق مرکزی وزیر داخلہ شیوراج پاٹل انکوائری کے مخالف تھے، اب تو وہ بھی وزیر نہیں رہے۔ وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ تو مسٹر شیوراج پاٹل سے بھی آگے نکلے، انھوں نے ممبئی میں ہوئے راہل راج کے انکاؤنٹر کی انکوائری زبردستی حکومت مہاراشٹر سے کرائی، حالانکہ ریاستی حکومت اسے فرضی ماننے سے انکار کررہی تھی، لیکن بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کی انکوائری کو غیر ضروری بتادیا۔ اس سے لگتا ہے کہ بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کی انکوائری میں صرف مسٹر پاٹل ہی رکاوٹ نہیں تھے بلکہ بی جے پی اور پولیس کا ہمنوا ایک اور گروپ ہے جو اس کی مخالفت کررہا ہے اور وزیر اعظم بھی اسی گروپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے حقائق سامنے نہیں آرہے ہیں۔ ملک کے سیکولر و سنجیدہ لوگوں خصوصاً مسلمانوں کو مرکزی حکومت میں بیٹھے ایسے لوگوں کو بے نقاب کرنے کی مہم چلانی چاہئے۔

●●

۲۰۲۴ء تک ہندو راشٹر بنادینے کا عزم

ہندوتو بریگیڈ کے دہشت گرد سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر، سمیر کلکرنی، شنکراچاریہ دیانند پانڈے، فوج کا لیفٹننٹ کرنل شری کانت پرساد پروہت اور ان کے کچھ ساتھی مالیگاؤں بم دھماکوں کی تفتیش کے نتیجے میں گرفتار ہوچکے ہیں وہ جیلوں میں زیر حراست ہیں۔ تفتیش کا سلسلہ جاری ہے جبکہ پرگیا سنگھ ٹھاکر نے ضمانت کی درخواست بھی کورٹ میں پیش کردی ہے۔ تفتیش کے دوران ہندو دہشت گردوں نے بہت بڑے بڑے ایک سے بڑھ کر ایک منصوبوں کا انکشاف کیا ہے جن میں سے کچھ پولیس افسران نے میڈیا والوں کو بھی بتادیے ہیں لیکن ان کے اصل عزائم کس قدر خطرناک اور بلند ہیں اور ان کی سازشوں اور منصوبوں کے جال کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں یہ حقائق پوری طرح منظر عام پر آجائیں گے۔ ان سے پوری طرح پردے اٹھ جائیں گے اور ان کو ناکام بنادیا جائیگا۔ منصوبوں اور سازشوں کے زیر زمین دور تک جال پھیلانے والے تمام دشمنان وطن و سماج کو قانون کی گرفت میں لے لیا جائے گا اور ان کی تمام شرانگیزیوں پر قابو پالیا جائے گا۔ اس طرح کی باتیں ناقابل عمل و ناقابل یقین معلوم ہوتی ہیں۔

مالیگاؤں اور ممبئی کی مسلم آبادیوں کو نشانہ بنانے والے ہندو دہشت گردوں کی جڑیں کتنی گہری ہیں اور کتنی دور تک پھیلی ہوئی ہیں یقینی امر ہے ان سب سے پردے تو نہیں اٹھ سکیں گے لیکن اب تک جو حقائق سامنے آچکے ہیں ان کی بنیاد پر ان کی وسعت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ باخبر ذرائع کے مطابق ساورکر اور ہیڈگیوار کے تصور پر مبنی ہندو راشٹر کا خواب دیکھنے والوں نے اپنے منصوبے کو ۲۰۲۴ء تک عملی شکل دینے کی تیاریاں کررکھی ہیں۔ مہاراشٹر کے دہشت گردی اسکواڈ (اے ٹی ایس) کے تفتیش کاروں نے مالیگاؤں کی چارج شیٹ تیار کرلی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اعتدال پسند بھارتی دستور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور اس کی جگہ شدت پسند ہندوتوواد کو قائم کرنے کی بھرپور سازش کی گئی ہے جبکہ گوڈسے اور ساورکر کے ہندوتو کو عملی شکل دینے کے لئے بم دھماکے تو معمولی چیزیں ہیں ان منصوبوں کو پورے سنگھ پریوار کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ چند افراد کے گرفتار ہوجانے کے بعد اب اس کے لئے نئے سرے سے منصوبہ بندی کی جارہی ہے اور نئے لوگوں کے ہاتھوں میں کمان دی جارہی ہے۔ جس سے پورے ملک میں انتہا پسند ہندوتوادیوں کو آگے بڑھایا جائے گا اور جمہوری طاقتوں کو شکست دینے کے لئے نئے سرے سے ہندو تو سینا تشکیل دی جائے گی۔

باخبر ذرائع کے مطابق گرفتار شدگان نے اے ٹی ایس کے تفتیش کرنے والے افسران سے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ وہ ۲۰۲۴ء تک پورے ملک پر اپنا غلبہ و تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ جس شری کانت پرساد پروہت نے ملک کے آئین وقانون کے مطابق کام کرنے، ملک کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل جانے کا حلف لیا تھا اور جو گرفتاری کے وقت ملٹری انٹلیجنس کا حصہ تھا جس ملٹری کے سیکولر، مذہب و دھرم کے لحاظ سے غیر جانبدار ہونے کے ڈھنڈورے پیٹے جاتے ہیں اور جس ملٹری میں مسلمانوں کو بھرتی کے کم ہی مواقع دیے جاتے ہیں اس کے باوجود جب سچر کمیٹی نے ملٹری سے مسلمانوں کے بارے میں اعداد وشمار طلب کیے تو فوجی سربراہوں سے لے کر فسطائی طاقتوں تک نے ایک طوفان برپا کردیا تھا اور بھارتی فوج کے سیکولر کردار کی بڑھ چڑھ کر دہائی دی تھی، اسی فوج کے پروہت کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے: "میرا بھارتی آئین پر کوئی اعتماد و بھروسہ نہیں ہے" تفتیش کرنے والوں نے پانڈے کی مختلف میٹنگوں اور تقریروں کی کچھ ریکارڈنگ قبضے میں لی ہیں جن میں اس نے ہندوتو ایجنڈے کو آگے بڑھانے کا واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے۔

دھرم کے نام پر انسانیت دشمنی، ملک سے غداری، قتل وخونریزی اور دہشت گردی کرنے والے شنکراچاریہ نے تفتیش کے دوران ابتداء میں سازش میں ملوث ہونے سے صاف انکار کردیا تھا۔ وہ سازش میں اپنا رول تسلیم کرنے کے لئے کسی طرح تیار نہیں تھا، لیکن جب اس کی میٹنگوں اور تقریروں کی ریکارڈنگ کی بات کہی گئی تو حیرت و بے بسی سے اس کا منھ پھٹا رہ گیا اور اب بھی جبکہ بہت سے شواہد دنیا کے سامنے آچکے ہیں، اس کا کہنا ہے کہ اس طرح کی باتوں سے اس کا مقصد یہ سب کچھ نہیں تھا، نہ ایسی اس کی نیت تھی نہ ہی وہ اب کچھ کرنا چاہتا تھا، جبکہ بم سازی کے لئے مشورے اور منصوبے بنانے کی باتیں ریکارڈ میں موجود ہیں۔ اس سب کے باوجود حسب توقع پولیس ان لوگوں کے سیاسی لیڈروں سے روابط و تعلقات اور سنگھ پریوار کے دوسرے بڑے لیڈروں کے ملوث ہونے کی باتیں سامنے لانے سے بچ رہی ہے لیکن اب جبکہ بہت سی باتیں سامنے آچکی ہیں اے ٹی ایس کے سربراہ ہیمنت کرکرے کی موت کے بعد تفتیش کی اصل تفصیلات سامنے نہیں آرہی ہیں جس سے اے ٹی ایس کی تفتیش کے بارے میں بھی سوالات اٹھنے لگے ہیں اور اس سلسلے میں ہونے والی پیش رفت کو قابل یقین تصور نہیں کیا جارہا ہے اور سمجھا جارہا ہے کہ حکومت بھی ہیمنت کرکرے کی موت کے بعد کچھ سکون کا سانس محسوس کررہی ہے۔ حالانکہ تفتیش کرنے والے پریوار کے سیاسی ایجنڈے کی تفصیلات سے بخوبی واقف ہوچکے ہیں لیکن وہ بھی اب ان حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض پولیس افسران اپنی شناخت ظاہر نہ کرنے کی شرط کے ساتھ کہتے ہیں:

"ہمارے پاس صرف یہ بیانات ہی نہیں ہیں ہمارے پاس اور بھی بہت سے شواہد موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ یہ دھماکے صرف اقلیتوں کے خلاف تشدد کے لئے ہی نہیں کیے گئے ہیں بلکہ ان کا مقصد و ہدف ملک میں مکمل انقلاب برپا کردینا ہے۔ لیپ ٹاپ میں ریکارڈ گفتگو سے ظاہر ہے کہ ساورکر کی ابھینو بھارت اس ہدف کو پیش نظر رکھ کر ہی آگے بڑھ رہی ہے۔ ان لوگوں نے ملک بھر کے بہت سے ہندو تو لیڈروں کو اپنے مشن میں شامل کرلیا ہے اور ذمہ دار ہندوتو وادیوں کو اپنی کامیابی کا یقین دلایا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے ریکارڈ اور ہتھیار پولیس نے برآمد بھی کرلئے ہیں۔

●●

گجرات فسادات کی تحقیقاتی رپورٹ ۱۵ر فروری کو

گاندھی نگر۔ گجرات فسادات کی ازسرنو تحقیقات کرنے والی اسپیشل انویسٹی گیشن ٹیم نے ۱۵ر فروری سے قبل ۹ کیسوں کی تحقیقات مکمل کر کے اپنی رپورٹ سپریم کورٹ کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بات گودھرا آتشزنی کے بعد ہونے والے فسادات کی ازسرنو تحقیقات کرنے والی خصوصی تحقیقاتی ٹیم کے ذرائع نے بتائی۔ سپریم کورٹ نے پانچ پولیس افسران پر مشتمل ایک خصوصی ٹیم کی تشکیل کی تھی۔ اس کو ۱۵ر فروری تک ۹ کیسوں کی تحقیقات مکمل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ عدالت عالیہ کے حکم مطابق یہ ٹیم گودھرا میں سابرمتی ایکسپریس آتشزنی کیس اور کچھ دیگر اہم کیسوں کی پھر سے تحقیقات کرتی رہی ہے۔ اس تحقیقات کا کلیدی نشانہ نریندر مودی کابینہ کی وزیر مایا کوڈنانی اور وشو ہندو پریشد لیڈر جے دیپ پٹیل رہے ہیں۔ اس لئے یہ تحقیقات گجرات میں تنازع کا سبب بنی۔ نرودا پاٹیہ قتل عام کیس میں کئی گواہوں نے بی جے پی کی ریاستی وزیر مایا کوڈنانی کا نام لیا تھا جو اس زمانے (۲۰۰۲ء) میں نرودا پاٹیہ علاقے کی ایم ایل اے تھیں۔ نرودا پاٹیہ میں ۸۰ مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا۔ اس کے علاوہ گلبرگ سوسائٹی قتل عام میں بھی سابق کانگریس ایم پی احسان جعفری سمیت ۷۶ مسلمان جاں بحق ہوئے تھے۔ گلبرگ سوسائٹی قتل عام اور فساد میں بھی گواہوں نے مایا کوڈنانی کا نام لیا، اس لئے ان سے اسپیشل انویسٹی گیشن ٹیم نے پوچھ تاچھ کی۔ نرودا گام کیس میں ۲۴ ملزمین کے خلاف اسپیشل انویسٹی گیشن ٹیم نے ۳۰۰ صفحات پر مشتمل سپلمنٹری چارج شیٹ بھی داخل کی ہے۔ نرودا گام میں فساد کے دوران گیارہ مسلمانوں کے قتل کے الزام میں یہ اضافی چارج شیٹ داخل کی گئی ہے۔ اس کیس کے ملزمین میں وشو ہندو پریشد کے لیڈر پھولا ویاس، بی جے پی کے مقامی لیڈر جتیندر پٹیل اور بی جے پی کے سابق میونسپل کونسلر اشوک پٹیل شامل ہیں۔ نرودا پاٹیہ قتل کیس میں بھی پندرہ ملزمین کے خلاف اسپیشل انویسٹی گیشن ٹیم نے دوسری چارج شیٹ داخل کی ہے۔ اس کیس میں ۸۰ مسلمانوں کے قتل عام کا الزام بی جے پی اور وشو ہندو پریشد کے لیڈروں اور کارکنوں پر عائد ہوا ہے۔ ایس آئی ٹی نے ۱۵ ملزمین کے خلاف دوسری چارج شیٹ داخل کی ہے۔ اس کے علاوہ گلبرگ سوسائٹی قتل عام کیس میں تیسری چارج شیٹ داخل کی گئی ہے جس میں وشو ہندو پریشد اور بی جے پی کے کئی لیڈروں کو مفرور ملزم قرار دیا گیا ہے۔ ان مفرور ملزمین کی تعداد چودہ بتائی جاتی ہے، جبکہ مقتولین میں احسان جعفری کا بھی شمار ہے۔ ایس آئی ٹی کی سربراہی ریٹائرڈ ڈی بی آئی چیف آر راگھون کررہے ہیں۔

۶۰ سال بعد مسجد کی بازیابی

جگراؤں۔ پنجاب کے شہر جگراؤں سے متصل موضع غالب کلاں کی مسجد میں ساٹھ سال بعد نماز ادا کی گئی۔ اس موقع پر وہاں موجود لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ واضح رہے کہ یہ مسجد ایک غیر مسلم خاتون کے قبضے میں تھی، اسے دوبارہ عبادت کے لئے کھولنے کی کوششیں چل رہی تھیں۔ مجلس احرار اسلام کے صدر مشتاق علی نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ باہم گفت وشنید کے بعد کرتار کور نامی خاتون نے مسجد کو دوبارہ آباد کرنے پر رضامندی ظاہر کی، اس موقع پر پنجاب کے شاہی امام مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کی امامت میں ساٹھ سال بعد مسجد میں پہلی بار نماز ادا کی گئی۔

ہندو راشٹر کے قیام کیلئے اسرائیل سے مدد کا منصوبہ

ممبئی۔ مہاراشٹر کے مالیگاؤں میں ہوئے بم دھماکے کے تقریباً چار ماہ بعد اے ٹی ایس نے گیارہ ملزمین کے خلاف مکوکا کی خصوصی عدالت میں چارج شیٹ داخل کردی تھی۔ چارج شیٹ میں فوج کے افسر لیفٹننٹ کرنل پروہت کو کلیدی سازشی اور سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر کو کلیدی ملزم بتایا گیا ہے۔ پروہت پر جہاں دھماکہ خیز مادہ فراہم کرانے کا الزام لگایا گیا ہے وہیں سادھوی پر دھماکہ خیز مادہ پلانٹ کروانے کے لئے لوگ مہیا کرانے کا الزام ہے۔ اے ٹی ایس کی جانب سے چار ہزار صفحات پر مشتمل چارج شیٹ میں کہا گیا ہے کہ پروہت نے الگ آئین اور الگ ہندو راشٹر کی تشکیل کا پروپگنڈہ کرنے کی غرض سے ۲۰۰۷ء میں ہندوتووادی تنظیم ابھینو بھارت تشکیل دی تھی۔ 'ہندو راشٹر' کے قیام کے مقصد سے لیفٹننٹ کرنل سری کانت پرساد پروہت اور دیگر ملزمین نے ضرورت پڑنے پر اسرائیل سے مدد لینے کا منصوبہ بنایا تھا۔ حالانکہ اے ٹی ایس چیف رگھوونشی کے مطابق اسرائیل سے ابھی تک رابطہ نہیں کیا گیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ بہرحال کچھ بات چیت سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کچھ ملزمین نیپال کے ماؤنوازوں کے رابطے میں تھے مگر اے ٹی ایس کی تحقیقات کے دوران ماؤنوازوں کے ملوث ہونے کا کوئی سراغ نہیں لگ سکا ہے۔ چارج شیٹ کے مطابق انتہا پسندانہ خیالات کو فروغ دینے کے لئے آرمی افسر نے اپنے اور ابھینو بھارت کیلئے ۲۱ لاکھ روپوں کا انتظام کیا۔ یہ رقم ابھینو بھارت کے خازن اجے رہرکر نے دوسرے ملزموں کو دی تاکہ غیر قانونی سرگرمیوں کے لئے دھماکہ خیز اشیاء جمع کی جاسکے۔ چارج شیٹ کے مطابق دھماکہ خیز سازش رچنے کیلئے جنوری ۲۰۰۸ء سے ہی فرید آباد، بھوپال، کولکتہ، جبل پور، اندور اور ناسک میں میٹنگیں کی گئیں۔ بھوپال میں گیارہ اپریل ۲۰۰۸ء کو ہوئی ایسی ہی ایک میٹنگ میں پروہت نے دھماکہ خیز مادہ فراہم کرنے کی ذمہ داری لی۔ جبکہ سادھوی نے شمالی مہاراشٹر کے مسلم اکثریتی علاقے میں دھماکے کرانے کیلئے لوگوں کا انتظام کرنے کی ذمہ داری لی۔ چارج شیٹ کے مطابق کشمیر پوسٹنگ سے لوٹتے وقت ہی کرنل پروہت آر ڈی ایکس لے کر آیا تھا۔ اس کے بعد پونے میں واقع اپنے گھر پر دھماکہ خیز اشیا کی بم سازی کی۔ اس کام میں معاون ملزم سدھاکر چترویدی اور تاحال مفرور ملزم رام جی کلسنگرا نے اس کی مدد کی۔ اس کو ۲۹ر ستمبر کو ہوئے مالیگاؤں بم دھماکہ میں استعمال کیا گیا تھا، جس میں چھ لوگ مارے گئے تھے۔ واضح رہے کہ مالیگاؤں دھماکے کے الزام میں گرفتار سوامی دیانند پانڈے کے لیپ ٹاپ سے کئی سنسنی خیز انکشافات ہوئے ہیں۔

۲۵ر جنوری ۲۰۰۹ء

نئی دنیا کا نیا دور؟

امریکہ میں پہلے سیاہ فام صدر بارک حسین اوبامہ کی حلف برداری کے ساتھ ہی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوگیا۔ صدارتی الیکشن کے طویل مراحل سے گزر کر ۴ر نومبر ۲۰۰۸ء کو اپنے حریف جان میک کین کو شکست دے کر منتخب ہوئے مسٹر اوبامہ کی تمنا ۲۰ر جنوری ۲۰۰۹ء کو اس وقت پوری ہوئی جب ان کی حلف برداری ہوئی اور انھوں نے سابق صدر جارج ڈبلیو بش کو وہائٹ ہاؤس سے رخصت کیا بلکہ امریکہ اور دنیا کے ان لاکھوں کروڑوں سیاہ فاموں کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہوا جو دنیا کے سب سے طاقتور ملک امریکہ کے قصر صدارت وہائٹ ہاؤس میں افریقی نژاد بلیک لیڈر دیکھنا چاہتے تھے۔ غلامی کے خاتمے کی جو تحریک ۱۸۶۱ء میں خانہ جنگی کے ذریعے شروع ہوئی تھی وہ اب جا کر پورے طور پر رنگ لائی۔ جب اوبامہ نے اپنی حلف برداری کے ساتھ ہی امریکہ میں غلاموں کی بادشاہت کی نئی تاریخ مرتب کی۔

امریکہ میں سیاہ فاموں کو پہلی کامیابی اس وقت ملی تھی جب ۱۸۶۵ء میں خانہ جنگی کے ساتھ ہی غلامی کا خاتمہ ہوا تھا، جسے نئی دنیا بھی کہا جاتا ہے۔ افریقی مردوں کو پہلی بار حق رائے دہی حاصل ہوا اور ۱۸۷۰ء میں ہرام ریول پہلے سیاہ فام سینیٹر منتخب ہوئے، تاہم ۱۹۶۳ء میں مارٹن لوتھر کنگ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تکمیل میں ۴۵ سال لگ گئے اور یہ اسی وقت ممکن ہوا جب ۱۹۶۴ء میں امریکہ میں سول رائٹس ایکٹ کو منظوری دی گئی جس سے سیاہ فام لوگوں کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کے راستے کھلے اور انھوں نے اس کا بھرپور فائدہ بھی اٹھایا۔ ۱۹۶۵ء میں انہیں حق رائے دہی کی ضمانت دینے کے بعد سیاہ فام لوگوں نے سیاست میں قسمت آزمانا شروع کیا اور اس کا پھل انہیں ۲۰۰۸ء کے صدارتی الیکشن میں حاصل ہوا جب کینیائی نژاد بارک حسین اوبامہ نے پہلے تو پارٹی سطح پر اپنی حریف سفید فام ہلیری کلنٹن کو شکست دے کر پہلی بار ملک میں خاتون صدر بننے کا اعزاز حاصل کرنے سے روک دیا پھر ری پبلکن پارٹی کے سفید فام امیدوار جان میک کین کو ہرا کر وہائٹ ہاؤس پر قبضہ کیا۔ اس طرح انھوں نے دو دو سفید فام لیڈروں کو شکست دے کر سیاہ فاموں کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا ہے۔ اگرچہ مسٹر اوبامہ کے بیک گراؤنڈ پر بحث کے وقت صرف یہی بتایا جاتا ہے کہ وہ کینیائی نژاد سیاہ فام ہیں اور اس بات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی ہے کہ وہ مسلم پس منظر بھی رکھتے ہیں۔ ان کا بچپن مسلم ملک انڈونیشیا میں گزرا ہے۔ ان کی ماں نے ایک مسلم سے شادی کرلی تھی اس طرح ان کے سوتیلے باپ مسلمان تھے۔ مسلمانوں کو ان کے اس پہلو میں دلچسپی ہے۔

مسٹر بارک حسین اوبامہ نے طویل جدوجہد کے ذریعے وہائٹ ہاؤس میں داخل ہونے کی اپنی خواہش تو پوری کرلی۔ اب ان سے کی جانے والی توقعات کی تکمیل باقی ہے۔ ان سے نہ صرف امریکیوں بلکہ پوری دنیا خصوصاً سیاہ فام آبادی، مسلم ممالک اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ نئے صدر کو بہت سارے چیلنجوں کا سامنا ہے، اسی میں ان کی آزمائش ہوگی۔ سب سے بڑا چیلنج تو یہی ہے کہ امریکہ کو اس اقتصادی کساد بازاری سے نکالنا ہے جس نے وہاں کی معیشت کی کمر توڑ دی ہے اور یکے بعد دیگرے تقریباً دو درجن بڑے مالیاتی ادارے اور کمپنیاں دیوالیہ ہوگئیں۔ اس کے علاوہ سابقہ حکومت عراق، افغانستان، مشرق وسطیٰ اور ایران جیسے کافی پیچیدہ مسائل وراثت میں چھوڑ کر گئی ہے جن کا حل تلاش کرنا مسٹر اوبامہ کے لئے کافی مشکل ہوگا۔ انھوں نے عراق سے افواج کی واپسی، خلیج گوانتانامو کے قید خانے کو بند کرانے اور پوری دنیا خصوصاً مسلم ممالک میں امریکہ کی امیج کو بہتر کرنے کے جو انتخابی وعدے کیے تھے انہیں بھی پورے کرنا ہے جو آسان نہیں ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کو الگ ان سے کافی امیدیں ہیں۔ ان تنظیموں کو انسانی حقوق کی پامالی کے سلسلے میں سابقہ بش انتظامیہ سے کافی شکایات تھیں۔ وہ اب چاہتی ہیں کہ امریکہ انسانی حقوق کے تحفظ کے علمبردار ہونے کا جو دعویٰ کرتا ہے اوبامہ کی نئی حکومت اسے حقیقت میں تبدیل کردے۔ فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے سابقہ حکومت نے جو ٹائم ٹیبل مقرر کیا تھا اور اس وقت اسرائیل نے غزہ پر حملہ کر کے فلسطینیوں کی جس طرح نسل کشی کی اور وہاں تباہی مچائی اسے دیکھتے ہوئے مسٹر بارک اوبامہ کو ترجیحی بنیاد پر اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔ غرضیکہ انھوں نے اپنی حلف برداری سے امریکہ میں ایک نئے عہد کا آغاز تو کردیا لیکن یہ یادگار اسی وقت بنے گا جب وہ ان سے کی جانے والی توقعات کی کسوٹی پر کھرے اتریں گے۔

فکر معاصر

اسرائیلی بربریت

اسرائیل نے اپنی بربریت سے انسانیت کو شرمندہ کرنے کی تمام حدیں عبور کرلی ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اقوام عالم کے سب سے بڑے ادارے کے سربراہ بان کی مون تل ابیب میں جنگ بندی کی کوششوں کے لئے موجود ہیں۔ اسرائیل نے غزہ پٹی میں اقوام متحدہ کے دفتر اور اسپتال پر بمباری کرکے نام نہاد عالمی برادری کو بتا دیا ہے کہ دراصل اس کے عزائم کیا ہیں؟ غزہ میں انسانی جانوں کی ہلاکت گیارہ سو سے زائد تجاوز کرچکی ہے، جبکہ زخمیوں کی تعداد ہزاروں کے قریب پہنچ چکی ہے۔ لیکن غزہ میں بے گناہ فلسطینی، اسرائیلی بربریت کے نتیجے میں جام شہادت نوش کرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اسرائیل نے غزہ کے قبرستان پر شدید بمباری کرکے لاشوں کے پرخچے اڑادیے ہیں۔ بمباری کی وجہ سے قبروں میں پڑی لاشیں جل بھن گئی ہیں جن کے ٹکڑے چاروں طرف انسانی آبادی میں پھیل گئے ہیں۔ اسرائیل جس طرح کی درندگی کا مظاہرہ کررہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کی درندگی صرف یہودی کرسکتے ہیں جن کے سینے میں مسلمانوں کے خلاف صدیوں سے لاوا پک رہا ہے۔ لیکن عرب کے مسلم حکمرانوں کے سینے میں انھی یہودیوں اور ان کے آقا امریکہ کے خلاف نفرت نہیں بلکہ دوستی کے جذبات مچل رہے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بے گناہ فلسطینیوں کے خلاف اسرائیل کی پچیس دنوں سے جاری وحشیانہ بمباری بھی ان عرب حکمرانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے میں کامیاب نہیں رہی ہے۔ کیونکہ ان حکمرانوں کے لئے کچھ کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے امریکی سرزمین سے طے ہوتے ہیں اس لئے ان کی کیا مجال ہے کہ وہ عوام اور اپنے ضمیر کی آواز پر کان دھریں۔

اسرائیل دنیا کی پہلی ایسی ناجائز ریاست ہے جس نے عالمی قوانین اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی سب سے زیادہ دھجیاں اڑائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون تل ابیب میں موجود ہیں لیکن اسرائیل کی وزیر خارجہ زپی لیونی نے کہا ہے کہ یہ خود اسرائیل کو طے کرنا ہے کہ اسے غزہ میں کیسے اور کب بمباری روکنی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اگر نہتے فلسطینیوں کے خلاف وحشیانہ بمباری کے بارے میں صرف اسرائیل کو طے کرنا ہے تو پھر نام نہاد عالمی برادری کی اپیل کیا معنی رکھتی ہے؟ اس سلسلے میں عرب ملکوں نے نہیں بلکہ وینزویلا اور بولیویا نے پوری دنیا کو راستہ دکھایا ہے۔ لاطینی امریکہ کے ان دونوں ملکوں نے نہ صرف اسرائیل کے سفیروں کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے بلکہ انھوں نے اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات بھی منقطع کرلئے ہیں۔ اسرائیل غزہ میں جس قسم کی درندگی کا مظاہرہ کررہا ہے اور بے گناہ فلسطینیوں کے خلاف وحشیانہ بمباری روک دینے کی دنیا کی اپیل کو نظرانداز کررہا ہے اس کے بعد عالمی برادری کے حوالے سے کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں ہے۔ اگر نام نہاد عالمی برادری اسرائیل کی بربریت کی سنگینی کو سمجھتی ہے تو پھر وہ اس پر قابو پانے میں کیوں ناکام ہے۔ اسرائیل اب کھلے عام فلسطینیوں کے خلاف کیمیاوی ہتھیاروں کا بھی استعمال کر رہا ہے۔ فاسفورس سے جلے ہوئے فلسطینی اس بات کا ثبوت ہیں، جس کی تصدیق غزہ میں کام کرنے والے دو ڈاکٹروں نے بھی کی ہے۔ جہاں تک اسرائیل کی بات ہے تو وہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی جارحانہ طاقت کے بل بوتے پر گریٹر اسرائیل کے صہیونی نظریہ کی تکمیل کرلے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ اسرائیل جس طرح فلسطین پر وحشیانہ بمباری کررہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ خطے میں اسرائیل کا وجود صرف طاقت اور دھونس پر قائم ہے۔ اسرائیل کا وجود آج بھی اتنی ہی کمزور بنیاد پر قائم ہے جتنی کمزور بنیاد پر برطانوی سامراج نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسرائیل کی اس جارحیت میں حماس کے پاس جیتنے کیلئے شکست کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن حماس کیلئے یہ شکست اس طرح کی شکست نہیں ہے جو اسرائیل جیت کی شکل میں حاصل کرنے والا ہے۔ حماس کو پھر سے زیادہ طاقتور طریقے سے ابھرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

(جدید خبر، نئی دہلی)

بنگلہ دیش میں جمہوریت کی واپسی

وکیل انجم

بنگلہ دیش کے حالیہ انتخابات، نگراں حکومت کے لئے کسی صدمے سے کم نہیں کہ اس نے ملک کی دو بڑی جماعتوں کی قیادت کو سیاسی منظرنامے سے باہر کرنے کی جو کوشش کی، وہ عوام نے بری طرح ناکام بنا دی۔ حسینہ واجد کی زیر قیادت عوامی لیگ نے نہ صرف تاریخ ساز کامیابی حاصل کی، بلکہ ان کا گرینڈ الائنس بھی ۲۹۹ نشستوں میں سے ۲۶۲ لے کر کامیاب ہوا۔ بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کا چار جماعتی اتحاد صرف ۳۲ نشستیں حاصل کرسکا۔ جبکہ کامیاب ہونے والوں میں پانچ آزاد امیدوار بھی شامل ہیں۔ ملک کے سیاسی منظرنامے سے دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کی عدم موجودگی میں نگراں حکومت نے آئندہ برسوں میں کافی تجربات کئے اور سسٹم میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں لانے کی کوششیں کی۔ اس مقصد کے لئے دونوں جماعتوں کی اعلیٰ قیادت (شیخ حسینہ واجد اور بیگم خالدہ ضیاء) کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس کے باوجود نیا طرز سیاست کامیاب نہ ہوسکا۔ یاد رہے کہ گیارہ جنوری ۲۰۰۷ء کو بنگلہ دیشی صدر نے اس وقت ایمرجنسی لگائی تھی جب ملک ہنگاموں کی لپیٹ میں تھا اور اقتصادی طور پر ملک تباہ ہورہا تھا۔ فوج نے خود اقتدار میں آنے کی بجائے ایسی سول حکومت بنانے کا فیصلہ کیا جو بنگلہ دیش کی روایتی سیاست کو بدل دے، کیونکہ ۱۹۹۱ء کے بعد جتنے بھی انتخابات ہوئے، ایک جماعت حکومت بناتی اور دوسری انتخابی نتائج کو تسلیم نہیں کرتی تھی۔ اس روش کو تبدیل کرنے کے لئے بنگلہ دیش بینک کے سابق گورنر فخرالدین احمد کو چیف ایڈوائزر بنا کر نئی نگراں حکومت قائم کی گئی۔ ستمبر ۲۰۰۷ء میں حسینہ واجد اور خالدہ ضیاء کو گرفتار کرلیا گیا۔ ان تمام کاوشوں کے باوجود عوامی لیگ کی حسینہ واجد اور بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کی بیگم خالدہ ضیاء کا سیاسی کردار جاری ہے۔

عوامی لیگ نے چھ ڈویژنز میں سے تقریباً تمام میں کامیابی حاصل کی ہے۔ باریسال ڈویژن جہاں ۲۱ نشستیں تھیں، عوامی لیگ نے ۱۶، چٹاگانگ کی ۵۸ میں سے ۳۳، ڈھاکہ ڈویژن کی ۹۴ میں سے ۸۷، راج شاہی کی ۷۲ نشستوں میں سے ۴۸، کھلنا کی ۳۶ نشستوں میں سے تیس اور سلہٹ کی ۱۹ میں سے ۱۷ نشستیں حاصل کیں۔ مبصرین کے مطابق ووٹرز نے اس سے پہلے کسی انتخاب میں ایسے جوش وخروش کا مظاہرہ نہیں کیا، جو موجودہ انتخاب میں رہا اور ایسے ٹرن آوٹ کی مثال ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں دیکھی گئی تھی۔ یہ ٹرن آوٹ جنوبی ایشیا کے پارلیمانی انتخاب میں اب تک سب سے زیادہ ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ بنگلہ دیش کی تاریخ کے شفاف ترین انتخابات ہیں، لیکن بیگم خالدہ ضیاء انھیں دھاندلی کا نتیجہ قرار دیتی ہیں۔ بہرحال، آگے چل کر وہ گھیراؤ جلاؤ کی پالیسی اپناتی ہیں یا کچھ اور، اس کا تو آنے والا وقت ہی فیصلہ کرے گا۔ جبکہ ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو ہونے والے انتخابات کو دنیا بھر کے مبصرین نے شفاف اور غیر جانبدار بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انتخابات کے بعد مشترکہ پریس کانفرنس میں تمام مبصرین نے متفقہ طور پر یہی بات کہی کہ بنگلہ دیش، اب ماڈرن ڈیموکریسی کی طرف واپس آگیا ہے۔ حسینہ واجد، غربت کو بنگلہ دیش کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتی ہیں۔ انھوں نے وژن ۲۰۲۱ء میں ملک کو اقتصادی طور پر مضبوط بنانے کا عہد کیا ہے۔ وہ بنگلہ دیش کو پرامن، روشن خیال، ماڈرن اور انفارمیشن ٹیکنالوجی سے آراستہ ملک بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ اپنی پہلی پریس کانفرنس ہی میں انھوں نے یقین دلایا کہ بنگلہ دیش کی سرزمین کسی دہشت گرد کو استعمال نہیں کرنے دی جائے گی۔ یاد رہے، ممبئی کے حالیہ واقعات میں بنگلہ دیش کے کچھ شدت پسند گروپس کا نام بھی آیا تھا کہ وہ بھی دہشت گردی کی اس کارروائی میں ملوث ہوسکتے ہیں۔ حسینہ واجد سمجھتی ہیں کہ ان کی جماعت عوامی لیگ کو عوام اور خاص طور پر نوجوانوں نے تبدیلی کے نام پر مینڈیٹ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چاہتی ہیں کہ نیا سیاسی سلسلہ شروع کرنے سے پہلے تمام جماعتوں کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ عوامی لیگ کی کامیابی کے بعد حسینہ واجد کے لئے ڈومیسٹک اور اکنامک مسائل سب سے بڑا چیلنج ہیں۔ اس کے علاوہ ماضی کی محاذ آرائی اور حکومتوں کے عدم استحکام کی ایک وجہ یہ رہی ہے کہ گڈگورنینس کی بجائے سیاسی جماعتیں پارٹی کو نوازتی رہی ہیں۔ ماضی کی حکومتیں ملک کی بجائے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے ہی کوششیں کرتی رہیں ہیں، جس کی وجہ سے لانگ ٹرم پالیسیوں کی بجائے ''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسیاں ہی چلائی گئیں۔ بہرکیف، حسینہ واجد کو ملک کو مشکل حالات سے نکالنے کے لئے سخت پالیسیاں اپنانی ہوں گی۔ فوج کو سیاست سے دور رکھ کر، انتقام کی سیاست کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کرنا ہوگا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ عوامی لیگ کی واضح کامیابی کے بعد ڈکٹیٹرشپ کا آنا فطری ہوگا۔

حکمراں جماعت کی سربراہ حسینہ واجد ستمبر ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئیں۔ سیاست ان کے خون میں بچپن ہی سے رچی بسی تھی۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی ان کے والد شیخ مجیب الرحمٰن کا مشرقی پاکستان کی سیاست میں اہم کردار رہا اور وہ بنگلہ دیش کے بانی بھی ہیں۔ جنوبی ایشیا کے جن سیاسی خاندانوں کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا، ان میں شیخ مجیب کا خاندان بھی شامل ہے۔ حسینہ واجد ۱۹۷۱ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ لیڈر تھیں۔ ان کی زندگی کا سب سے المناک لمحہ وہ تھا جب ۱۹۷۵ء میں ان کے والد کو خاندانی ملازموں سمیت قتل کردیا گیا۔ وہ زندہ اس لئے بچ گئیں کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ جرمنی میں تھیں اور ان کی چھوٹی بہن ریحانہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اس کے بعد وہ دہلی آگئیں، یہاں سے بنگلہ دیش آنے کی بجائے انھوں نے ۱۹۸۰ء میں لندن میں قیام کرلیا اور یہیں رہ کر پارٹی کو منظم کیا۔ ۱۹۸۱ء میں ان کی جماعت نے عوام میں مقبولیت حاصل کرلی اور انھیں ۱۹۸۱ء میں عوامی لیگ کا لیڈر چن لیا گیا۔ دوسری طرف بیگم خالدہ ضیاء کے شوہر ضیاء الرحمٰن، شیخ مجیب الرحمٰن کے قریبی ساتھی تھے۔ میجر ضیاء الرحمٰن بعد ازاں بنگلہ دیش کے صدر بنے اور ان کی پارٹی بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی عوام میں کافی مقبول ہوئی اور ان کی اہلیہ خالدہ ضیاء تین مرتبہ بنگلہ دیش کی وزیراعظم بنیں۔ انھوں نے میجر کی حیثیت سے شیخ مجیب الرحمٰن کے ایما پر بنگلہ دیش کے قیام کا اعلان کیا۔ آزادی کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن ملک کو اقتصادی اور سیاسی حوالے سے نہ سنبھال سکے، جس کی وجہ سے ۱۹۷۴ء میں ملک میں ایمرجنسی لگادی گئی۔ حکومتی حمایت میں لکھنے والے چار اخبارات کے علاوہ تمام اخبارات کی اشاعت معطل کردی گئی، سیاسی جماعتوں میں عوامی لیگ کے علاوہ کسی کو کام کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایمرجنسی کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ معاشی حوالے سے ملک کے حالات کچھ بہتر ہونے لگے، لیکن عوام کو مطمئن کرنے کے لئے حکومت کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ۱۹۷۵ء میں فوج کے درمیانے درجے کے فوجی افسروں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو قتل کردیا۔ مشتاق خوندکر، جو شیخ مجیب الرحمٰن کے قریبی ساتھی تھے، ان کی قیادت میں نئی حکومت قائم ہوئی۔ میجر ضیاء الرحمٰن نے ۱۹۷۵ء میں اقتدار میں آنے کے بعد جمہوریت بحال کرائی، عدلیہ اور پریس کو آزاد کیا اور نئے اقتصادی پروگرام شروع کئے۔ ۱۹۷۷ء میں انھوں نے اپنی سیاسی جماعت بنائی۔ ضیاء الرحمٰن نے ۱۹۷۸ء میں الیکشن کرانے کا اعلان کیا، انھوں نے ملک کی تقدیر بدلنے والی ۱۹ نکاتی اکنامک ریفارم متعارف کرائیں اور سیاست سے آرمی کا کردار ختم کردیا۔ جون ۱۹۷۸ء میں ۷۶ فیصد ووٹ حاصل کرکے پانچ سال کے لئے بنگلہ دیش کے صدر چنے گئے۔ انھوں نے جمہوریت اور جمہوری ادارے قائم کرنے کے لئے سیاسی جماعتوں پر سے پابندی اٹھالی۔ فروری ۱۹۷۹ء میں نئے پارلیمانی الیکشن ہوئے، جس میں عوامی اور بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی دو اہم سیاسی جماعتیں تھیں۔ ملٹری کے نچلے درجے کے کچھ افسروں نے ۱۹۸۱ء میں میجر ضیاء الرحمٰن کو بھی قتل کردیا، جس کے بعد ان کی بیگم خالدہ ضیاء کو سیاست میں آنا پڑا۔ بیگم خالدہ ضیاء ایک سیاسی خاتون نہیں تھیں، خاوند کے قتل کے کافی عرصے بعد سیاست میں آئیں اور بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کی قیادت سنبھالی۔ ان کی کامیابیوں کا سلسلہ ۲۷ر فروری ۱۹۹۱ء کو ہونے والے پارلیمانی انتخابات سے شروع ہوا، جس میں ان کی پارٹی نے واضح اکثریت حاصل کی اور وہ بنگلہ دیش کی پہلی خاتون وزیراعظم چنی گئیں۔ فروری ۱۹۹۶ء کے انتخابات کے نتیجے میں وہ دوسری مرتبہ وزیراعظم بنیں۔ ان کی جماعت کو ۱۱۶ نشستوں کے ساتھ مضبوط حیثیت حاصل تھی اور وہ مخلوط حکومت کی سربراہ بنی تھیں۔ ۶ر جنوری ۱۹۹۹ء کو انھوں نے چار جماعتی اتحاد قائم کیا، جو آج بھی قائم ہے۔ یکم اکتوبر ۲۰۰۱ء کے انتخابات میں ان کی جماعت نے چار جماعتی اتحاد کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا اور واضح برتری حاصل کرکے تیسری مرتبہ وزیراعظم چنی گئیں۔ ۲۰۰۱ء کے الیکشن میں بی این پی نے ۱۹۳ نشستیں حاصل کی تھیں، جبکہ جماعت اسلامی کی سترہ نشستیں تھیں۔ حالیہ انتخابات میں عوام خصوصاً نوجوانوں نے عوامی لیگ کو مینڈیٹ دے کر بنگلہ دیش کے مستقبل کے لئے درست فیصلہ کیا ہے یا نہیں اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔

پارلیمنٹ میں ۶۴ خواتین کی نمائندگی

بنگلہ دیش کے حالیہ انتخابات میں خواتین نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے، اس پارلیمنٹ میں ۶۴ خواتین کو نمائندگی حاصل ہوگی ہے۔ ۱۹ خواتین عام انتخابات میں کامیاب ہوئیں، جبکہ ۴۵ نشستیں، پارٹی کی کامیابی کے تناسب پر تقسیم ہوں گی۔ خواتین، اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد میں پارلیمنٹ میں نہیں پہنچی تھیں۔ شیخ حسینہ واجد اور بیگم خالدہ ضیاء تین تین حلقوں جبکہ جاتیہ پارٹی کی روشن ارشاد دو حلقوں سے کامیاب ہوئی ہیں۔ اس وقت کل ووٹوں کی تعداد ۸۱۰۵۸۶۹۸ ہے، ان میں ۴۱۲۳۶۱۴۹ خواتین ووٹرز ہیں۔ ۱۹۹۱ء کے انتخابات میں پچاس حلقوں سے ۴۱ خواتین نے حصہ لیا تھا۔ ان میں تیرہ خواتین کامیاب ہوئی تھیں۔ شیخ حسینہ واجد اور بیگم خالدہ ضیاء پانچ پانچ حلقوں سے امیدوار تھیں۔ شیخ حسینہ واجد چار حلقوں سے کامیاب ہوئیں۔ جبکہ بیگم خالدہ ضیاء پانچ حلقوں سے کامیاب ہوئیں۔ ان کے علاوہ چار اور خواتین کامیاب ہوئیں۔ ۱۲ر جون ۱۹۹۶ء کے انتخابات میں گیارہ خواتین کامیاب ہوئی تھیں۔ بیگم خالدہ ضیاء پانچ اور شیخ حسینہ واجد تین حلقوں سے کامیاب ہوئی تھیں۔ موجودہ پارلیمنٹ میں خواتین کی مؤثر نمائندگی جنوبی ایشیا میں اس امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے، جس کے تحت خواتین کے سیاسی کردار کو اجاگر کرنا ہے تاکہ پارلیمنٹ میں ان کی مؤثر نمائندگی ہوسکے۔ ●●

جارج بش کا دور حکمرانی: تاریخ کا سیاہ باب

مختار احمد بٹ

بارک حسین اوباما ایک ایسے وقت امریکہ کی صدارت سنبھال رہے ہیں جب ان کا اپنا ملک ایک بہت بڑے معاشی بحران سے دوچار ہے اور امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار بیروزگاری انتہائی حدوں کو چھو رہی ہے۔ اب ۱۱۰۱ ملین تک جا پہنچی ہے اور شرح اوسط بڑھتے بڑھتے ۷۰۲ تک جا پہنچی۔

۴ر نومبر ۲۰۰۸ء امریکہ کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ یہ پہلا الیکشن ہے جس میں ایک افریقی شہری کو عوام کی بھاری اکثریت نے منتخب کیا۔ انھوں نے اپنے حریف ری پبلکن امیدوار جان میک کین کو ۱۹۲ الیکٹورل ووٹوں سے شکست دی۔ یاد رہے کل ۳۶۵ الیکٹورل ووٹ تھے۔ امریکہ کی چالیس سالہ تاریخ میں ووٹرز کا ٹرن آوٹ بھی ریکارڈ تھا۔ جان میک کین کی اتنی بڑی شکست کی وجہ سابق صدر جارج ڈبلیو بش کی پالیسیاں تھیں۔ ان کا آٹھ سالہ دور بربریت کا ایک دور تھا جس میں تقریباً پچاس لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ وہ ایک نفرت کی علامت بن چکے تھے۔ دوسری بڑی وجہ جان میک کین نے جارج ڈبلیو بش کی عراق پالیسی کو درست قرار دیا تھا جبکہ بارک اوباما پہلے دن سے ہی ان کی اس پالیسی کے خلاف تھے اور کھل کر تنقید کررہے تھے۔ جان میک کین کا یہ بیان کہ اگر ضرورت پڑی تو امریکی افواج پچاس سے سو سال تک عراق میں رہ سکتی ہیں۔ اس بیان کی انھیں بڑی قیمت ادا کرنی پڑی کیونکہ بارک اوباما نے ان کے اس بیان کو اپنی اسٹرٹیجی میں شامل کرکے جارج ڈبلیو بش کے گرتے ہوئے گراف کو مزید کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

جارج ڈبلیو بش نے وہائٹ ہاؤس میں اپنی آخری پریس کی۔ وہ بجھے بجھے سے دکھائی دے رہے تھے کیونکہ ان کے آٹھ سالہ دور میں انھوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جس پر وہ فخر کرسکتے تھے اور تسلیم کیا کہ ان سے غلطیاں ہوئی تھیں۔ انھوں نے اپنی سب سے بڑی غلطی ایئر کرافٹ کیریئر سے "Mission Accomplished" بتایا۔ صحافیوں نے ان سے بڑے چبھتے ہوئے سوال کئے جس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ مذاق میں ٹالتے رہے۔ حماس کے حوالے سے جب سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگے کہ وہ Sustainable Ceasefire چاہتے ہیں جس کا مطلب انھوں نے خود ہی بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حماس اسرائیل پر راکٹ برسانا بند کرے (جبکہ جارحیت اسرائیل کی جانب سے ہورہی ہے۔) اصل میں اسرائیلی غزہ پر قبضہ کرکے جارج ڈبلیو بش کو تحفہ پیش کرنا چاہتے تھے، لیکن افسوس ان کا یہ خواب پورا نہ ہوسکا۔ اب یہ کوئی راز نہیں رہا، امریکہ عراق میں بازی ہار چکا ہے۔ صدر جارج ڈبلیو بش نے ۲۰۰۲ء میں دو ریاستوں کی بات کی تھی۔ اس کو بھی ادھورا چھوڑ کر جارہے ہیں۔ ان کی مایوسی کی انتہا اس جملے سے ٹپکتی ہے جب انھوں نے کہا پتہ نہیں عراق میں جمہوریت رہے گی کہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان سے کس نے درخواست کی تھی کہ وہ کسی آزاد ملک میں جمہوریت قائم کریں۔ صدر بارک اوبامہ کے لئے انھوں نے نیک تمناؤں کا اظہار کیا اور یہ کہہ کر کہ امریکہ پر پھر حملہ ہوسکتا ہے، چھپے الفاظ میں یہ درخواست تھی کہ ان کی پالیسیوں کا تسلسل برقرار رکھا جائے۔

صدر بارک اوباما کو ورثے میں ہر چیز ہی ٹوٹی پھوٹی ملی ہے۔ اس بات میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ حکومت ڈیموکریٹس کی ہو یا ری پبلکن کی ان کی بنیادی پالیسیوں میں تبدیلی نہیں آتی، لیکن حالات کے مطابق حکومت تبدیلی لاسکتی ہے اور لاتی رہتی ہے۔ انھیں حالات بہتر بنانے کے لئے بے شمار مشورے دیئے جارہے ہیں۔ دیکھا جائے تو ان کے سامنے مسائل کا ایک سمندر ہے جس میں امریکہ کی گرتی ہوئی معاشی حالت، عراق اور افغانستان کی جنگ، غزہ کا مسئلہ، بش کے آٹھ سالہ دور میں جو جرائم ہوئے، ان کے اہداف میں نیوکونز (Neo Cons) کی مڈل ایسٹ پالیسی جو صرف اسرائیل کے حق میں ہے، اس پر نظرثانی، ملک میں بڑھتی ہوئی بیروزگاری، صحت کی مزید سہولتیں، انصاف کا راستہ اپنا کر منافقت سے دور رہنا شامل ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ انھوں نے الیکشن سے پہلے اور بعد میں جو بیانات دیئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ جارج ڈبلیو بش کی غلطیوں کا ازالہ کریں گے۔ نئے ابھرتے ہوئے مسائل میں خوراک کی کمی کو دور کرنا، بین الاقوامی سطح پر امن وامان میں بہتری لانا اور نیوکلیئر ریس کا خاتمہ شامل ہے۔ دنیا میں جو معاشی بدحالی کی فضا ہے، اس پر بھی فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ توانائی کے متبادل ذرائع تلاش کرنا، ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جاری کشیدہ صورتحال پر قابو پانا فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنا ان کی ترجیحات ہونی چاہئیں جس کا وہ پہلے ہی اشارہ دے چکے ہیں۔

چونکہ اوبامہ پہلے دن سے ہی عراق کی جنگ کے خلاف تھے اور امریکہ عراق کی جنگ ہار چکا ہے۔ اب جس جذبے کے تحت افغانستان میں جنگ جاری ہے وہ وقت دور نہیں جب امریکہ کو افغانستان میں بھی شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کے نزدیک سب سے اہم سوال یہ ہوتا کہ کیا یہ سب دہشت گرد ہیں یا حریت پسند۔ سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب سپر پاور اپنی تمام تر حربی قوت اور حلیف ملکوں کی طاقت کے باوجود شکست سے دوچار ہوتی ہے تو اس کا مطلب صرف یہی نکلتا ہے کہ یہ لوگ اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ سابق صدر کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے ٹھنڈے دل سے سابق صدر کے تمام اقدام کا جائزہ لیں گے اور مزید فورس بڑھانے اور طاقت کے استعمال سے گریز کریں گے اور بات چیت کی راہ اپنائیں گے۔ آنے والے دنوں میں بطور سپر پاور ایک بڑے بھائی کا کردار ادا کریں گے اور سب کو ساتھ لے کر چلیں گے اور دنیا میں ایک نئی صبح کا آغاز کریں گے تاکہ آگ اور خون کی ہولی بند ہوسکے اور یہ امن وآشتی کے گہوارے میں تبدیل ہوجائے۔ جارج ساری دنیا کیلئے ایک نفرت کی علامت بن گئے تھے اور ان کا دور حکمرانی تاریخ کا سیاہ ترین باب تھا۔ جاتے جاتے عراق میں ایک صحافی نے جو کچھ کیا، وہ اس نفرت کا اظہار تھا جو جارج بش کو زندگی بھر بے چین رکھے گا۔ آخر میں ہم امید کرتے ہیں کہ اوبامہ سب سے پہلے بدنام زمانہ گوانتاناموبے جیل بند کرکے بے گناہ قیدیوں کو رہا کرکے امن کی راہ ہموار کریں گے۔ ●●

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری

بابو شاہی

ایسے وقت میں جب کم وبیش پوری دنیا میں اسلام مخالف طاقتیں سرگرم ہیں اور طرح طرح کے الزامات لگا کر اسے بدنام کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں، بوسنیا سے ایک اچھی خبر آئی ہے۔ روزنامہ نیویارک ٹائمز میں ''بوسنیا میں اسلام کا احیاء'' کے عنوان سے شائع مشہور صحافی ڈان بلیفسکی کے مضمون کے مطابق بوسنیا سے خونیں طوفان کے گزرنے کے بعد جب مطلع صاف ہوا تو اس سرزمین پر متعدد نئے مدارس یا مذہبی ہائی اسکول قائم ہوگئے ہیں۔ ان کے علاوہ ۲۸ ملین ڈالر کی لاگت سے تعمیر ہونے والی شاندار کنگ فہد مسجد سمیت درجنوں مساجد کے میناروں سے بلند ہونے والی اذانیں فرزندگان توحید کو بارگاہ الٰہی میں پانچوں وقت بلاتی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق نسلی تصادم سے قبل بوسنیا میں مسلم خواتین حجاب میں اور باریش مرد مسلمان شاذونادر ہی نظر آتے تھے لیکن آج جدھر نگاہ ڈالیں ایسے افراد بکثرت نظر آتے ہیں۔ حالات میں حیرت انگیز طور پر تبدیلی آئی ہے۔ مسلمانوں نے اس تبدیلی کا کھلے دل سے خیر مقدم کیا ہے۔ کثیرالنسل آبادی والے اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد ملک کی کل آبادی کا تقریباً نصف ہے۔ اس تبدیلی کا جہاں اکثریت نے خیر مقدم کیا ہے وہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس تبدیلی کو بڑے تہذیبی ٹکراؤ کا پیش خیمہ قرار دے رہے ہیں۔ دو ماہ قبل کی ہی بات ہے کہ کچھ لوگوں نے ہم جنس پرستوں کی ایک تقریب پر حملہ کردیا تھا اور ان کی پٹائی کی تھی۔ مسلمانوں کو شکایت تھی کہ بے راہ روی کے دلدادہ ان افراد نے ہم وطن مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی پروا کئے بغیر دانستہ طور پر ہم جنس پرستوں کے ننگے فیسٹول کا انعقاد رمضان کے مبارک ماہ کے دوران اس لئے کیا تھا تاکہ مسلمان اس سے مشتعل ہوں۔ لیکن اس تقریب کے منتظمین کی دلیل ہے کہ انھوں نے اس کے لئے انتظامیہ سے پیشگی اجازت لے لی تھی اور انھوں نے ملک کی اقلیتوں کے حقوق استعمال کرکے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔

ماہر سماجیات اور ملک کے سیاسی رہنماؤں کا خیال ہے کہ ملک میں مذہبی بیداری دراصل بلقان جنگ اور امریکی دباؤ میں کئے گئے امن معاہدے کا نتیجہ ہے۔ جنگ سے قبل اس بڑے شہر میں شراب خانوں کی بھرمار تھی لیکن اب یہاں بے شمار مساجد اور مدارس نظر آتے ہیں۔ اس نئی صورتحال نے ملک کو مسلمان، کروٹ فیڈریشن اور سرب جمہوریہ کے درمیان تقسیم کردیا ہے۔ بوسنیا کے مفتی اعظم مصطفیٰ آفندی سیرک نے پرانی یاد تازہ کرتے ہوئے کہا کہ ان سربوں نے ہم مسلمانوں کی منظم نسل کشی کی ہے۔ ہماری خواتین کی آبروریزی کی اور ہمیں اپنے ہی ملک میں پناہ گزیں بنا دیا تھا۔ اب ہمارے پاس ایک قبائلی آئین ہے جو ہمیں اپنے قاتلوں کے ساتھ سیاسی اقتدار اور زمین میں شراکت کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن ہم بوسنیائی مسلمان اب بھی سراجیوو شہر میں ہی محصور ہیں۔ ان کی یہ ناراضگی بہت حد تک درست بھی ہے۔ دریں اثناء بوسنیا کے کیتھولک کروٹس اور آرتھوڈکس سربوں میں بھی اپنے مذہبی اور تہذیبی تشخص کے تئیں شدت آئی ہے۔ کلیساؤں میں عیسائیوں کی حاضری میں اضافہ ہوا ہے یہاں تک کہ سرب جمہوریہ کی وزارتوں اور پولیس محکموں میں بھی ان کے آرتھوڈکس پادری کا تقرر ہوا ہے۔ لیکن محترمہ پچو نیوشل کے شوہر کا خیال اس سے مختلف ہے۔ اس کا تعلق بوسنیا کے یہودی کیتھولک اور سرب خاندان سے ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں غیر مسلم بچوں کو بھی ان کی مذہبی شناخت قائم رکھنے کا موقع ملنا چاہئے۔

قابل ذکر ہے کہ بوسنیا ہرزی گووینا میں چلی نسل کشی کی مہم میں تقریباً ایک لاکھ انسانی زندگیاں تلف ہوئی ہیں اور ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور اب اگر وہاں اسلام کی شعائیں پھیل رہی ہیں تو یہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خوشخبری ہے۔ البتہ اسرائیل اور امریکہ کو اس خبر سے یقیناً تکلیف پہنچی ہوگی کیونکہ یہی دونوں ملک اسلام مخالف طاقتوں کی قیادت کررہے ہیں۔ اس خبر سے انھیں سبق لینا چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام پر کیسی ہی جنگ کیوں نہ شروع کردی جائے۔ وہ ہر حال میں قائم ودائم رہے گا۔

اس سے قبل ایک خبر امریکہ سے آئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کے بعد امریکہ میں مذہب اسلام اختیار کرنے والوں کی تعداد میں غیر متوقع اضافہ ہوا ہے جبکہ اس واقعے نے اسلام کو بدنام کرنے اور اسے دہشت گردی سے جوڑنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا تھا۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذہب اسلام میں کوئی نہ کوئی بات تو ہے جس کے باعث نہ صرف یہ کہ اس کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہوتی بلکہ اس کا الٹا اثر ہوتا ہے۔ اسلام کے حوالے سے یہ بات بالکل درست ہے

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری

●●

چین کی ترقی پسماندہ وترقی پذیر ممالک کیلئے ایک سبق ہے

ایم ابراہیم خان

چند عشروں کے دوران چین تیزی سے ابھر کر سامنے آیا ہے۔ عالمی معیشت میں چین کا کردار وسعت اختیار کرتا گیا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ چین کی حکومت اور آجروں نے بدلتے ہوئے عالمی حالات کے مطابق اپنے طور طریقے بدلے جن کے نتیجے میں معیشت اندرونی اور بیرونی طور پر مستحکم ہوئی اور ایک نئی زندگی کی راہ ہموار ہوئی۔ چین نے کمیونزم کی سخت ترین شکل اختیار کرنے کے بجائے نرمی اور لچک کی راہ پر گامزن ہونا بہتر سمجھا اور یہ سوچ درست ثابت ہوئی۔

چین کے پالیسی میکرز نے معیشت کو مضبوط کرنے کے لئے چند شہری علاقوں پر اکتفا کرنے کے بجائے دیہی آبادی کو بھی معیشت کے مرکزی دھارے میں شامل کیا اور دیہات میں بھی ایسے صنعتی یونٹس لگائے جن کا قومی برآمدات میں اہم کردار رہا ہے۔ دیہی آبادی کو معیشت میں مرکزی کردار ادا کرنے کے قابل بنانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کے لئے چین کی حکومت نے اپنی پالیسیوں میں موزوں تبدیلیاں کیں اور معاشرے کے ہر طبقے کو ترقی کے ثمرات سے بہرہ مند کیا۔

امریکہ کے میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں تدریس کے فرائض انجام دینے والے پروفیسر یاشینگ ہوانگ نے اپنی کتاب ''کیپٹل ازم ودھ چائنیز کیریکٹرسٹکس'' میں بتایا ہے کہ چین کی معیشت کو غیر معمولی استحکام سے ہمکنار کرنے میں دیہی آبادی کے باصلاحیت اور محنتی افراد نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ چین کی حکومت مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے آبادی کو معاشی سرگرمیوں میں مصروف رکھنے کے حوالے سے خاصی متوازن سوچ اپنائی ہے۔ اس سوچ کو اپنا کر دیہی ترقی پذیر اقوام بھی اپنی تقدیر عمدگی سے تبدیل کرسکتی ہیں۔ کسی بھی حکومت کو اگر آبادی کے تمام طبقات کی بہبود کا احساس ہو تو جامع اور متوازن پالیسیوں کی راہ ہموار ہوتی چلی جاتی ہے۔ پروفیسر یاشینگ ہوانگ نے اپنی کتاب میں دیہی آبادی کے کردار پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ کتاب سے چند اقتباسات یہاں پیش کئے جارہے ہیں۔

کمیونسٹ چین کے عظیم رہنما ماؤزے تنگ اور ۱۹۸۰ء کی دہائی میں چین میں اصلاحات کی علمبردار قیادت کے درمیان ایک امر پر اتفاق رائے ضرور پایا گیا ہے اور وہ امر یہ ہے کہ دیہی چین کے ۷۵ کروڑ سے زائد افراد معیشت کو پروان چڑھانے میں مرکزی کردار ادا کرسکتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ماؤزے تنگ نے چین کو ترقی دینے کے معاملے میں دیہی چینیوں کے کردار کو پروان چڑھانے کے بجائے کچلنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ ان کے دور میں چین آہنی پردے کی دوسری جانب تھا۔ کسی کو چین میں جھانکنے کی اجازت نہ تھی۔ چین کے دروازے بیرونی دنیا پر بند رکھنے میں ماؤزے تنگ کے مشاہدے کا اہم کردار تھا۔ انہیں اندازہ تھا کہ دیہی چینیوں کو معیشت میں نمایاں ہونے کا موقع دیا گیا تو ان پر قابو پانا کسی کے بس کی بات نہ ہوگی۔ انھوں نے انقلاب کے دنوں میں دیہات کے رہنے والوں کو غیر معمولی عزم اور سکت کا حامل پایا تھا۔ چینی سیاست اور معاشرت کو نئی زندگی بخشنے میں دیہی چینی بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ولولہ پروان ہی چڑھتا گیا۔

۱۹۸۰ء میں چینی قیادت نے نئی سوچ کو اپنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ سال خوردہ قیادت سے نجات پائی گئی اور نئے آنے والوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کی روش عام ہوئی۔ ایسا کرنا اس لئے ضروری تھا کہ آبادی میں تیزی سے اضافے کے ساتھ نوجوانوں کی تعداد میں بھی دن رات اضافہ ہی ہوتا جارہا تھا۔ ورک فورس کا حجم بڑھا تو اس کے لئے کام تلاش کرنا بھی ناگزیر ہوتا گیا۔ ماؤزے تنگ کو یقین تھا کہ دیہی چین کو معاشی آزادی دینے کی صورت میں سیاست کا ڈھانچہ بھی تبدیل ہوجائے گا۔

چین میں بھی معیشت کی بنیاد شہری علاقوں میں رہی ہے۔ شہروں کو ترقی دینے کا سلسلہ چند سال قبل تیز رفتاری سے جاری تھا، تاہم حکومت نے ساتھ ہی ساتھ دیہی علاقوں کو بھی ترقی دینے کی پالیسی اپنانے کے بارے میں سوچا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں چین غیر معمولی اور وسیع البنیاد اصلاحات سے ہمکنار ہوا۔ ملک کے طول وعرض میں معاشی امکانات پیدا کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی تاکہ لوگ اپنے آبائی علاقوں میں یا ان سے قریب رہتے ہوئے بہتر معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیں اور معیار زندگی بلند کریں۔ معاشی اصلاحات کے نتیجے میں دیہی چین کے چالیس کروڑ سے زائد افراد کے لئے بہتر امکانات پیدا ہوئے ہیں۔ انھوں نے آجرانہ بنیاد پر بہت سے نئے شعبوں میں قدم رکھا ہے۔ چینیوں نے چار عشروں کے دوران انتھک محنت سے عالمی معیشت میں اپنی پوزیشن تیزی سے مستحکم کی ہے۔ بیرون ملک مقیم چینیوں نے بھی قومی معیشت کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی بھیجی ہوئی رقوم سے چین میں صنعتی بنیاد کو مزید وسیع کرنے میں مدد ملی ہے۔ بیرون ملک مقیم چینیوں کو ملک میں سرمایہ کاری کی ترغیب و تحریک دی گئی اور انہیں سرمایہ کاری کے لئے ایسا ماحول فراہم کیا گیا جس میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ دوسری جانب صنعت کاروں کو بھی سازگار ماحول فراہم کیا گیا۔ سازگار ماحول ملنے پر ڈیڑھ دہائی کے دوران چین کے دیہی طبقے نے معیشت میں عمدہ کردار ادا کیا ہے۔ چین میں چند بڑے صنعتی اداروں کا تعلق اب دیہی علاقے سے ہے اور جن علاقوں سے یہ ادارے ابھرے ہیں ان کی حالت بہتر بنانے میں بھی ان کا کردار کم اہم نہیں۔ لوگوں کو آبائی علاقوں میں بہتر معاشی امکانات میسر ہوئے ہیں تو خوب جی جان سے کام کرنے کی توفیق بھی ملی ہے۔ چین کی حکومت نے کم اجرت پر کام کرنے والے کروڑوں افراد کی مدد سے مصنوعات کی لاگت پر قابو پانے میں کامیابی کچھ اس طرح حاصل کی ہے کہ اب عالمی منڈی میں اس کی مصنوعات کا مقابلہ کرنے کی سکت کم ہی ممالک میں رہ گئی ہے۔ چین کے شہری اور دیہی علاقوں میں سیاسی استحکام کی بدولت معیشت کو مستحکم کرنے میں بھی خاصی مدد ملی ہے۔ چند دیہی علاقوں نے اس قدر تیزی سے ترقی کی ہے کہ دنیا حیران ہے۔ کل تک جن چینیوں کے پسماندہ ہونے کی مثال دی جاتی تھی، اب دنیا انہیں دیکھ کر خوفزدہ سی ہے۔ کئی ممالک معاشی ترقی کی دوڑ میں چین سے پیچھے رہ گئے ہیں اور انہیں اندازہ ہے کہ یہ پسماندگی اب دور نہیں ہوگی۔ چین نے عالمی معیشت میں اپنا حصہ بڑھانے کے لئے جو کچھ کیا ہے اس کی تاب لانے کی طاقت اب مغرب میں بھی دکھائی نہیں دیتی۔

۲۰۰۵ء تک چین میں ریفریجریٹر تیار کرنے والے سب سے بڑے ادارے کیلون گروپ کے بانی وانگ گوڈوان تھے جن کا تعلق پسماندہ صوبے گوانگ ڈونگ سے تھا۔ انھوں نے اپنے گروپ کو تیزی سے ترقی دی اور اپنے شعبے میں نمایاں ترین مقام حاصل کیا۔ چین میں ایئر کنڈیشنر تیار کرنے والا سب سے بڑا ادارہ ہوان یوان بھی دیہی معیشت کا شاہکار ہے۔ اس ادارے کا صدر مقام زراعت کے حوالے سے نمایاں مقام رکھنے والے صوبے ہنان میں ہے اور معاملہ صرف ریفریجریٹر اور ایئر کنڈیشنر تک محدود نہیں۔ چین نے آٹو موبائلز میں بھی غیر معمولی مہارت حاصل کرلی ہے۔ اب وہ گاڑیوں کی برآمدی منڈی میں بھی اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لئے بیتاب ہے۔ ماہرین کو یقین ہے کہ گاڑیوں کی برآمد کے معاملے میں بھی چین کا دیہی علاقہ میدان مارلے گا۔

ہوپ گروپ کی کہانی سب سے دلچسپ ہے۔ چار بھائیوں نے اپنا بزنس شہری علاقے سے ختم کرکے سچوان صوبے میں شروع کیا۔ اب ان کا ادارہ ملک بھر میں ایگری بزنس کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے۔ ان کے ادارے کے تحت کام کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے اور انہیں یقین ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ادارہ فروغ پاتا جائے گا۔ دیہی علاقوں میں لوگ صنعتی ماحول سے اس قدر واقف اور ماہر ہوچکے ہیں کہ کوئی بھی سرمایہ کار دیہی علاقوں میں کوئی ادارہ قائم کرتے ہوئے ذرا بھی ہچکچاتا نہیں۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ ادارہ اپنے تمام کام بروقت مکمل کرتا جائے گا اور اندرون اور بیرون ملک کے تمام آرڈرز کے مطابق مال تیار ہوتا رہے گا۔

چین میں اپنائی جانے والی لبرل پالیسیاں اب معیشت کو نئے خطوط پر منظم کررہی ہیں۔ بیجنگ، شنگھائی، تیانجن اور دیگر بڑے شہروں میں قائم بڑے کاروباری اداروں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی جارہی ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ دولت چند افراد یا کسی ایک طبقے تک محدود ہوکر نہ رہ جائے۔ ملک بھر میں لوگ سیلف ایمپلائمنٹ کے اصول پر کام کررہے ہیں۔ لوگوں کو ان کے گھروں کے نزدیک معاشی امکانات فراہم کرنے کی کوشش کامیاب رہی ہے۔ ملک بھر میں کروڑوں افراد ایسے کام کررہے ہیں جن کے بارے میں کل تک سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا، ذرا سی تربیت سے انہیں صنعتی اداروں کے اہم کارکنوں میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ معیشت کو دیہی علاقوں میں مستحکم کرنے کی پالیسی نے چین کو بڑی طاقت میں تبدیل کردیا ہے۔ چین میں رونما ہونے والی اس تبدیلی پر دنیا حیران ہے۔ دنیا بھر میں اصول یہ ہے کہ شہری علاقوں میں تمام معاشی امکانات ہوتے ہیں۔ سرمایہ کاری کے علاوہ سہولتیں بھی شہروں ہی میں پائی جاتی ہیں۔ معاشی سرگرمیوں کے لئے بہترین تربیت یافتہ افرادی قوت شہری علاقوں میں آسانی سے دستیاب ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ شہری تیزی سے وسعت اختیار کرتے جاتے ہیں اور ان میں سرمایہ کاری کرنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے۔ چین میں اس اصول کو تبدیل کردیا گیا ہے۔ دیہی علاقوں میں لوگوں کو تربیت فراہم کرکے معاشی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کرنے کے قابل بنایا گیا اور اس کا نتیجہ بھی دنیا نے دیکھ لیا۔

چین کی حکومت نے غیر معمولی آبادی کو زحمت سمجھنے کے بجائے اس سے بھرپور کام لیا اور دنیا کو بتادیا کہ کسی بھی پریشان کن صورتحال کو اپنے حق میں عمدگی سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کروڑوں افراد کو گھریلو صنعتوں میں کھپا دیا گیا ہے۔ آج کے چین میں دیہی علاقے ماہرین سے بھرے پڑے ہیں۔ کوئی بھی سرمایہ کار اپنی مرضی کے مطابق کوئی بھی ادارہ کسی بھی دیہی علاقے میں آسانی سے قائم کرسکتا ہے۔ اسے اس بات کا یقین ہے کہ جس نوعیت کی افرادی قوت درکار ہے وہ اسے دیہی علاقے میں بھی مل ہی جائے گی اور ایسا ہوتا بھی ہے۔ حکومت بھی اس معاملے میں سرمایہ کاروں اور صنعت کاروں کی معاونت کے لئے تیار رہتی ہے۔ اسے اندازہ ہے کہ دیہی علاقوں کو فروغ دینے کی صورت میں شہروں پر سے غیر ضروری بوجھ کم کرنے میں مدد ملے گی۔

صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری کے حوالے سے دیہی علاقوں کو ترقی دینے کی صورت میں شہری علاقوں کی آبادی کنٹرول کرنے ہی نہیں بلکہ مختلف طبقات کے درمیان آمدنی کا فرق کم کرنے میں بھی خاطر خواہ مدد ملے گی۔ سوال کروڑوں افراد کو مطمئن اور آبائی علاقوں سے نقل مکانی سے باز رکھنا ہے۔ چین جیسے ملک میں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جو ممالک آبادی میں اضافے سے پریشان ہیں انہیں چین سے سبق سیکھنا چاہئے۔ چین نے ثابت کیا ہے کہ متوازن اور مستحکم پالیسیاں اپنانے سے آبادی کے مختلف طبقات کو مطمئن رکھنا نہ صرف ممکن ہے، بلکہ ملک کو بلند مقام تک لے جانے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ اگر نیت میں خلوص نمایاں ہو تو کسی بھی معاشرے کے ناکارہ طبقات کو بھرپور لگن سے کام کرنے کی تحریک دی جاسکتی ہے۔ دیہی چینیوں نے حکومت کی عوام دوست پالیسیوں کا مثبت جواب دیتے ہوئے کئی دہائیوں تک محنت کی ہے اور اپنے بیشتر معاملات میں ایماندار رہے ہیں۔ اس سلسلے میں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ دیہی چین میں اختیار کی جانے والی معاشی پالیسیاں شہری چین کی معاشی پالیسیوں کے مقابلے میں خاصی لبرل تھیں۔ لوگوں کو کام کی پوری آزادی دی گئی ہے تاکہ وہ بہتر انداز سے زندگی بسر کرسکیں اور اپنی مرضی کا کام کرنے کے قابل ہوسکیں۔ دیہی علاقوں میں سرمایہ کاری کرنے والوں کو خصوصی مراعات دی گئی ہیں۔

ژی جیانگ ایک ایسا صوبہ ہے جس نے معاشی اعتبار سے تیز رفتار ترقی کی نئی مثال قائم کی ہے۔ چین کے بڑے اداروں کا نصف اس صوبے میں ہے۔ اس ایک صوبے کا ملک کی مجموعی ترقی میں حیرت انگیز حصہ ہے۔ لوگوں نے اپنے شب وروز تبدیل کئے۔ نئی صنعتیں قائم ہوئیں۔ گھریلو صنعتوں کو تیزی سے فروغ دیا گیا۔ لوگوں کو کسی نہ کسی طور پر مصروف رکھنے پر خصوصی توجہ دی گئی۔ جب لوگوں کو زیادہ سے زیادہ کام کرنے اور نئے معاشی امکانات تلاش کرنے اور پانے کے مواقع ملے تو انھوں نے بھرپور لگن سے کام کیا۔ ژی جیانگ کے لاکھوں باشندوں نے اسٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری کر رکھی ہے اور ان کے بینک ڈپازٹس بھی غیر معمولی ہیں۔ ژی جیانگ کے باشندے مالیاتی نظام سے جو فوائد حاصل کرتے ہیں وہ شنگھائی کے عام باشندوں کو ملنے والے فوائد سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

۱۹۷۰ء کی دہائی تک ژی جیانگ کا شمار پسماندہ علاقوں میں ہوتا تھا اور مجموعی آمدنی کے اعتبار سے یہ صوبہ چین بھر میں تیرہویں نمبر پر تھا۔ جب حکومت نے توجہ دی اور اس صوبے کے باشندوں نے نئی زندگی کے بارے میں سوچا تو ان کی تقدیر بدلتی گئی۔ سوال منصوبہ بندی اور اس کے مطابق محنت کا تھا۔ جب حکومت کو خیال آیا کہ عوام کے حالات تبدیل کئے جائیں تو حالات بدل گئے۔ عوام نے حکومت کی سوچ کے مطابق کام کیا اور اس کا پھل بھی پایا۔ ژی جیانگ کا علاقہ وین ژو آج کل چین میں سرمایہ کاری کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ اس علاقے کے بیشتر سرمایہ کار چین کی اسٹاک مارکیٹ میں اپنی مرضی کی تبدیلیوں کی راہ ہموار کرنے کی پوزیشن میں ہیں تاہم وہ ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ حکومت انہیں تمام سہولتیں فراہم کررہی ہے۔ چین کے مختلف دیہی علاقوں کو ترقی دینے کا بنیادی مقصد یہی تو تھا کہ کسی ایک علاقے کی بالادستی قائم نہ ہو اور معیشت متوازن اور مستحکم انداز سے چلتی رہے۔ اگر چند علاقے معیشت پر متصرف ہوجائیں تو بھرپور ترقی اور متناسب استحکام کی راہ مسدود ہوجائے گی۔ اس صورتحال کو روکنے کے لئے چینی حکومت نے خاصی محنت کی ہے۔ پالیسیوں میں توازن کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اگر معاشی استحکام کو چند گروپوں، خاندانوں اور علاقوں تک محدود رکھا جائے تو معیشت کی مجموعی بہتری کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ چین نے دنیا کے سامنے متناسب ترقی اور بھرپور مالیاتی توازن اور استحکام کی ایک مثال پیش کردی ہے۔ اس مثال کی بنیاد پر خود کو تبدیل کرنا پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کا کام ہے۔

(جسارت، کراچی)

امریکہ میں غلاموں کی بادشاہت کا آغاز؟

محمود شام

آج تاریخ نے کروٹ بدلی ہے۔ سفید محل میں سیاہ فام نے بطور حکمراں قدم رکھا ہے۔ اکیسویں صدی کے پہلے عشرے کے اختتام پر غلاموں کی بادشاہت کا آغاز ہوا ہے۔ ۱۷۹۲ء میں وہائٹ ہاؤس کی تعمیر میں کالے غلام مستریوں، بڑھئیوں، مزدوروں کی حیثیت میں شامل ہوئے تھے۔ آج انہی غلاموں کی اولاد بارک اوباما نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا ہے۔ تاریخ کے اوراق بتا رہے ہیں کہ بارہ امریکی صدر اپنی ملکیت میں باقاعدہ غلام رکھتے رہے ہیں۔ ان میں سے آٹھ وہائٹ ہاؤس میں قیام کے دوران ان غلاموں کے مالک تھے۔ آج سے امریکی خاتون اول کا رتبہ حاصل کرنے والی مشل اوباما کے جد امجد جم رابنسن ساؤتھ کیرولینا کے جارج ٹاؤن میں فرینڈ فیلڈ پلانٹیشن میں ایک غلام کے طور پر کام کرتے تھے۔ اسی شہر میں وہ ایک بے نشان قبر میں مدفون ہیں۔ امریکہ جو انسانی حقوق کا علمبردار ہے۔ وہاں انیسویں صدی تک غلامی باقاعدہ موجود رہی ہے۔ اکیسویں صدی میں پہلا کالا صدر بنا ہے۔ اسلام نے چھٹی صدی میں غلامی کے خاتمے کا اعلان کردیا تھا۔ جنوبی ایشیا میں بہت پہلے خاندان غلاماں حکومت کرچکا ہے۔ بارک اوباما کی صدارت اپنے رنگ، اپنے خاندانی پس منظر کے حوالے سے امریکی سیاسی، سماجی روایات میں ایک بڑی جست ہے۔ ایک فیصلہ کن موڑ ہے امریکی اسٹیبلشمنٹ اس تبدیلی کے ذریعے ان بدنما داغوں کو دھونے کی شعوری کوششیں کرے گی جو گزشتہ آٹھ سال میں بش پالیسیوں کے باعث امریکی پیشانی پر ابھرے ہیں۔ لیکن کیا انہیں صرف ایک شخصیت کی پالیسیاں سمجھنا چاہئے۔ کیا یہ امریکی اسٹیبلشمنٹ کے فیصلے نہیں ہیں اس کے ذریعے وہ امریکہ کے جن مفادات کی تکمیل چاہتی تھی کیا وہ مقاصد اس نے حاصل نہیں کئے ہیں۔ امریکی نظام اور ادارے اتنے کمزور نہیں ہیں کہ ان پر کوئی ایک شخص اپنی مرضی مسلط کرسکے۔ یہ بات ہم سب کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جارج ڈبلیو بش نے اپنے دونوں صدارتی ادوار میں جو کچھ کیا وہ ان کی ذاتی پالیسیاں نہیں تھیں۔ پوری امریکی انتظامیہ اس کے ساتھ تھی۔ یہ سوچ بھی بنیادی طور پر غلط ہوگی کہ اب جارج ڈبلیو بش رخصت ہوگئے تو ان کی پالیسیاں بھی یکسر معدوم ہوگئیں۔ اسی طرح یہ خیال بھی خام ہے کہ بارک اوبامہ ایک افریقی کے صاحبزادے ہیں۔ اس لئے وہ افریقہ، ایشیا کے لئے خوشگوار پیغاموں کا سرچشمہ ہوں گے۔ اور یہ توقع بھی بے سود ہوگی کہ ان کے نام میں حسین شامل ہے۔ اس لئے وہ مسلمانوں کے لئے امن اور محبت کا راستہ اختیار کریں گے۔ اوبامہ یقیناً نئی سوچ رکھتے ہیں۔ ان کا لہجہ پرجوش ہے۔

وہ تبدیلی لانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ امریکہ کی انہی پارٹیوں میں سے ایک سے وابستہ ہیں جو برسوں سے دوسرے ملکوں پر اپنا سفارتی اور سیاسی تسلط برقرار رکھنے کی خواہاں رہی ہیں۔ وہ کوئی نئی سیاسی پارٹی بنا کر میدان میں نہیں اترے ہیں۔ ڈیموکریٹس کا اپنا سیاسی فلسفہ ہے۔ ایک اپنا نظام ہے۔ اپنا ڈسپلن ہے۔ جو ایک صدر کو ایک مخصوص اور محدود دائرے میں نقل وحرکت کی اجازت دیتا ہے۔ اوباما کا دور جنوری ۲۰۰۹ء سے شروع ہوکر نومبر ۲۰۱۲ء میں انتخابات کے انعقاد تک جاری رہے گا۔ ممکن ہے انہیں دوسری صدارتی میعاد بھی میسر آجائے۔ امریکی سیاسی نظام اتنا مستحکم ہے کہ اس میں بے یقینی در نہیں پاتی۔ ہر چوتھے سال نومبر کے دوسرے منگل کو الیکشن ۲۰ر جنوری کو حلف برداری، یہ بھی اتفاق سے منگل کو۔ صدارتی انتخاب اور حلف برداری کے درمیانی عرصے میں صدر اپنی ٹیم کا تقرر کرتے ہیں۔ یہ امریکہ میں سکریٹری کہلاتے ہیں۔ ہم انہیں وزراء کہتے ہیں۔ یہ ان دو ڈھائی ماہ میں چار سال کے لئے روڈ میپ اور بنیادی پالیسیاں مرتب کرکے نو منتخب صدر سے ان کی منظوری لیتے ہیں۔ ۲۰ر جنوری سے حلف برداری کے بعد روڈ میپ پر عمل شروع ہوجاتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ ہمیں وقت دو۔ ابھی تو ایک سال ہوا ہے۔ گزشتہ آٹھ سال کا گند چند مہینوں میں صاف نہیں کرسکتے۔ ایک حکومت سے دوسری حکومت کو اختیار کی منتقلی بھی باقاعدہ ہوتی ہے۔ امریکہ میں انتخابی سال شروع ہونے کے ساتھ ہی سارے تھنک ٹینک آنے والی انتظامیہ کو دنیا بھر کے معاملات اور امریکی اندرونی امور پر تجزیاتی سفارشات مرتب کرکے دینے لگتے ہیں۔ بارک اوباما کو جنوبی ایشیا میں، افغانستان میں کیا کرنا ہے، انتہا پسندی میں کتنی شدت آئے گی، طالبان تحریک کہاں تک پہنچ چکی ہوگی۔ صدر بارک اوباما ان سفارشات کی روشنی میں اپنے فیصلے کریں گے۔ صدر اوباما کے لئے امریکہ کی اقتصادی ابتری انتخابی مہم میں جس طرح سب سے زیادہ مددگار ثابت ہوگی۔ اب وہائٹ ہاؤس میں داخل ہونے کے بعد ہی سب سے خطرناک چیلنج بن جائے گی۔ امریکی معیشت کی بہتری ان کی اولین ترجیح ہوگی۔ امریکہ کی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ اپنی ڈانوا ڈول معیشت کو سنبھالنے کے لئے اس نے ہمیشہ باہر جنگوں کا راستہ اختیار کیا ہے کہ اس صورت میں اسلحہ ساز کارخانے اور دوسری صنعتیں کھپت بڑھ جانے سے بہت زیادہ چلتی ہیں کیا اوباما اس روایت کو تبدیل کرکے کوئی نئی حکمت عملی تیار کرسکیں گے۔ یہ محل نظر ہے۔ وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن ہیں۔ ان کے خیالات کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ افغانستان میں پہلا میزائل ان کے شوہر کے دور میں ہی داغا گیا تھا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پالیسی

باقی صفحہ ۶ پر

خطوط و مسائل

تعلیمی اداروں کے اقلیتی کردار کے معاملے کا ذمہ دار کون؟

۷ر جنوری کے سہ روزہ دعوت میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے اقلیتی کردار سے متعلق ایک سیمینار کی روداد دیکھنے کو ملی۔ بہت ساری باتوں اور خبروں کے ساتھ ایک انکشاف یہ بھی تھا کہ ۳ر اپریل ۲۰۰۶ء میں وزارت فروغ انسانی وسائل کا ایک مراسلہ ادارے کو ملا تھا (D.O. No. F-612006-Desklu) جس میں کہا گیا تھا کہ ''مسلمان اقلیت سے تعلق رکھنے والے طلباء کو کم از کم پچاس فی صد داخلے دیے جائیں۔'' ساتھ ہی یہ خبر بھی تھی کہ اس مراسلے پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی اور نہ ہی اسے جامعہ کے اکاڈمک (Academic) یا ایگزیکیٹو (Executive) کونسل میں لایا گیا۔ خبر پڑھ کر اقلیتی اداروں سے دلچسپی رکھنے والوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اگر اس کے مطابق عمل کیا جاتا تو آگے جو اقلیتی کردار کی کوشش ہورہی ہے اس میں بہت آسانی پیدا ہوجاتی۔ اور جب ایسا نہیں ہوا تو آج سے پہلے اس سلسلے میں کوئی کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟ لہٰذا ہم سوچنے پر مجبور ہیں کہ خود اپنے ہی ''اندر'' کے لوگ جو اثر ورسوخ بھی رکھتے ہیں ادارے کے اس کردار کے مخالف ہیں۔ اگر ہمارا نتیجہ صحیح ہے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی کچھ عجیب معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ پارلیمنٹ کی میعاد کے اخیر زمانے میں اس طرح کی کوشش اور میٹنگ کی گئی۔ یہ اس بات کی غمازی کررہا ہے کہ لوگ مخلص نہیں ہیں۔ صرف دکھاوے کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ ہماری امت کے تعلق اداروں کے اقلیتی کردار کا معاملہ خود ہماری غفلت، کوتاہی اور شاید منافقت کی وجہ سے الجھا ہوا ہے یا الجھتا چلا جارہا ہے۔ یہ صرف انہی اداروں تک محدود نہیں جس کے کردار کے لئے ہم کوشش کررہے ہیں بلکہ اس کردار کے حامل دیگر اداروں کے پیچھے بھی لوگ لگے ہیں اور ان پر بھی خطرہ منڈلا رہا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جو ان دنوں اپنے اقلیتی کردار کی حفاظت کی لڑائی لڑ رہی ہے اس سے یہ بات صاف نظر آتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہاں بھی کچھ اپنے ہی لوگ اس کے ذمہ دار ہیں یا دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اسی طرح کا ایک معاملہ دربھنگہ کے ایک ادارے کے ساتھ بھی ہے۔ ملت کالج کے نام سے آزادی کے بعد ۱۹۵۲ء میں شاید پورے شمالی ہند میں یہ پہلا مسلم اقلیتی ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ جسے پوری طرح حکومت اور عدلیہ سے منظوری مل چکی تھی لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے ہی کچھ ناسمجھ اور فکری طور پر خام لوگوں نے اس کے اقلیتی کردار کو ''بیچ'' دیا اور اس طرح اس کی روح نکل گئی۔ یوں سمجھئے کہ ''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' ادھر جب ہم نے کچھ ہمت کی ہے اور اس کے کردار کی بازیافت کی کوشش میں لگے ہیں تو اپنے ہی کچھ لوگ اس کی مخالفت بھی کررہے ہیں۔ یہ حالات ہیں جن سے ہم دوچار ہیں۔ اداروں ہی پر کیا منحصر ہے، دشمنوں سے زیادہ خود ہمارے داخلی انتشار نے زندگی کے ہر شعبے دینی ہو یا دنیوی ہمیں بری طرح متاثر کردیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم اتنے کمزور ہوگئے ہیں کہ ہماری ہوا اُکھڑ گئی ہے۔ باطل قوتوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر ہم پر چہار جانب سے حملے کرنے شروع کردیے ہیں اس میں ہمارے کچھ ناسمجھ اور منافق لوگ بھی ان کے ساتھ ہوگئے ہیں اسی انتشار کی وجہ سے وقت کا اقتدار بھی ہمیں کوئی وزن دینے کو تیار نہیں ہے جسے ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں۔ سیاسی طور پر اپنے ملک میں ہماری اتنی بڑی آبادی ایک غیر اہم عنصر بن کر رہ گئی ہے۔ مفاد تو بڑے دور کی چیز ہے کوئی ہماری ''آہ'' بھی سننے کو تیار نہیں۔ ہمارے اپنے سیاسی رہنماؤں کو بھی ہماری کوئی فکر نہیں۔ ملت کے مفاد سے زیادہ انہیں اپنے مفاد کی فکر ہے۔ ہماری پریشانیوں میں زبان تک ہلانا گوارا نہیں کرتے۔ فسادات اور حادثات ہماری زندگی کے جزبن کر رہ گئے ہیں۔ ان دنوں دہشت گردی کا سارا الزام بھی ہمیں ہی برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ اگرچہ فضا ہمارے لئے بہت نامناسب ہے لیکن اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں صبر سے کام لیتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرتے رہنا ہے۔ گھبراہٹ میں کوئی نامناسب قدم اٹھانا کسی طرح صحیح نہیں بلکہ اور نقصان کا باعث ہوگا۔ اس وقت آپس کا اتحاد ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔ ہمارا سارا زور اسے حاصل کرنے میں لگنا چاہئے۔ قرآن کی ہدایت کے مطابق سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام کر اختلافات مٹانے کی کوشش کریں اس کے بعد اللہ ہمارا ناصر ومددگار ہے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ مشکلات آتی رہی ہیں اور پھونکوں سے ملت کے چراغ کو بجھانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے لیکن اللہ اس کی حفاظت کرتا رہا۔ ابھی حال میں بھی ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح اس نے ہیمنت کرکرے کو بھیج کر ہوا کے رُخ کو ہماری معاونت میں کردیا۔ اس واقعے میں ہمارا اپنا کوئی عمل دخل نہیں تھا ہمیں کسی حالت میں ہمت نہیں ہارنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہئے۔

عبدالوہاب عبدالغنی، دربھنگہ

دہشت گردی سے کون پریشان ہے؟

بٹلہ ہاؤس کے واقعے کے بعد مسلمانوں میں سرکار کے خلاف غصہ کا ایک ماحول پایا جاتا تھا۔ مختلف طریقوں سے وہ اپنی اس ناراضگی کا اظہار بھی کررہے تھے۔ اس درمیان سادھوی پرگیا سنگھ اور دوسرے ہندو دہشت گردوں کا معاملہ سامنے آگیا۔ لوگ بٹلہ ہاؤس کو بھول گئے۔ مسلمان بھی کسی قدر مطمئن ہوگئے۔ لیکن بی جے پی کے حلقوں میں بے چینی تھی۔ ساتھ ہی عوام بھی سرکار سے ناراض دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ملک کے تمام نیتاؤں کو برا بھلا کہہ رہے تھے، عوام کا ذہن یہ بن رہا تھا کہ یہ نیتا لوگ ہی اپنے سیاسی فائدوں کے لئے اس طرح کے حادثات کراتے ہیں۔ ۲۶ر نومبر کے ممبئی حادثہ کے بعد لوگ سب کچھ بھول چکے ہیں۔ اب لوگ یا تو پاکستان کو گالیاں بک رہے ہیں یا پھر اس پر بحث ہورہی ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان جنگ کا امکان کتنا ہے اور اگر جنگ ہوئی تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس طرف کوئی غور نہیں کررہا ہے کہ اس سارے کھیل میں ملک کا کتنا نقصان ہوا ہے اور ہورہا ہے۔ کچھ لوگ اسے مکاری کہہ سکتے ہیں لیکن سیاسی لوگوں کے نزدیک اسی کا نام سیاست ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں اس پورے کھیل میں کس کو کیا حاصل ہوا۔ سرکار خوش ہے۔ اب اس کی طرف کسی کی نگاہ نہیں ہے۔ سب پاکستان کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ممکن ہے آنے والے الیکشن کے لئے پاکستان کے ساتھ ہلکی پھلکی جھڑپیں بھی کرلی جائیں۔ پاکستانی نیتاؤں کے چہروں پر بھی رونق ہے۔ وہاں کے موجودہ حکمرانوں کو سیاسی طور پر ناتجربہ کار بلکہ اناڑی تصور کیا جارہا تھا۔ وہاں کی اپوزیشن بھی حکومت پر برابر حملے کررہی تھی۔ اب وہاں بھی چاروں طرف اتفاق واتحاد کی باتیں ہورہی ہیں۔ ہمارے ملک کی اپوزیشن بھی خوش نظر آرہی ہے۔ سرحدوں پر جنگ کے بادل منڈلائے ہوئے ہیں اور یہ لوگ الیکشن کا پروگرام ترتیب دینے میں مشغول ہیں۔ سادھوی پرگیا سنگھ کے واقعے کے بعد اس حلقے میں جو بے چینی تھی اس سے نجات حاصل ہوچکی ہے۔ اُس وقت ہیمنت کرکرے ایک ایک کرکے ہندو دہشت گردوں کے نام گنا رہے تھے۔ اب نہ ہیمنت کرکرے رہے اور نہ ہندو دہشت گردی کہیں پائی جاتی ہے۔ میڈیا میں پھر سے مسلمان دہشت گردوں کے نام چھائے ہوئے ہیں۔ بی جے پی کے لئے اس سے زیادہ اطمینان کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ امریکہ بھی بہت حد تک مطمئن ہے کیونکہ جو کچھ ہورہا ہے سب کچھ اس کے حق میں ہورہا ہے۔ جتنا کچھ وہ چاہتا تھا شاید وہ سب تو ابھی تک نہیں ہوسکا ہے لیکن امکان یہی ہے کہ جو کچھ ہوگا اس کے حق میں بہتر ہی ہوگا۔ اس کے اطمینان کے لئے یہ کیا کم ہے کہ اس کا دشمن نمبر ایک ''مسلمان'' ایک بار پھر نشانے پر ہے اور دنیا کے سامنے اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کررہا ہے۔ میڈیا بھی خوش ہے اسے بھی مسالے دار اور چٹ پٹی خبریں مل رہی ہیں۔ ملک کے دوسرے نیتا بھی خاموشی کے ساتھ سیاسی حالات کا جائزہ لے رہے ہیں اور اپنے مہرے صحیح مقام پر فٹ کرنے میں لگے ہیں۔ وہ اگر بہت زیادہ خوش نہیں ہیں تو پریشانی انہیں بھی کوئی نہیں ہے۔ دہشت گردوں کے آقاؤں کو بھی اپنے کارنامے کی اجرت مل چکی ہوگی۔ اس لئے وہ بھی ضرور خوش ہوں گے اور کسی نئے کام کی پیش کش کا انتظار کررہے ہوں گے۔ سب خوش ہیں۔ سب کے حق میں یہی بہتر ہے کہ یہ کاروبار اسی طرح چلتا رہے اور سب کی مشکلیں آسان ہوتی رہیں پریشان ہیں تو وہ عوام جو امن وانصاف کے ساتھ جینا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر [illegible] (یوپی)

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- اُترپردیش کے سابق وزیراعلیٰ کلیان سنگھ نے بی جے پی کی بنیادی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ فی الحال کوئی نئی پارٹی نہیں بنائیں گے اور نہ ہی کسی دوسری پارٹی میں شامل ہوں گے۔

● ممبئی- مہاراشٹر اے ٹی ایس نے مالیگاؤں دھماکہ کے سلسلہ میں یہاں مکوکا کورٹ میں مکوکا، دھماکہ خیز مادہ ایکٹ اور آرمس ایکٹ کے تحت چار ہزار صفحات پر مشتمل چارج شیٹ داخل کردی۔ یہ چارج شیٹ سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکرے، دیانند پانڈے، لیفٹیننٹ کرنل ایس پی پروہت، شیونرائن کلسنگرا، شیام ساہو، رمیش اپادھیائے، سمیر ککلرنی اجے راہیکر، راکیش دھاوڑے، سدھاکر چترویدی اور جگدیش مہاترے کے خلاف داخل کی گئی ہے۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر فروغ انسانی وسائل ارجن سنگھ نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ حکومت جامعہ نگر ''انکاؤنٹر'' کی عدالتی انکوائری پر غور کررہی ہے اور وہ ذاتی طور پر محسوس کررہے ہیں کہ اگر اس معاملہ کو پوری طرح صاف کردیا جائے تو بہتر ہے۔ بی جے پی نے بیان کی وضاحت کا مطالبہ کیا ہے۔

● نئی دہلی- کانگریس کے ممبر پارلیمنٹ راشد علوی نے کہا کہ جمہوریت میں کسی بھی کمیونٹی کے شکوک وشبہات کو دُور کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے ہم تو پہلے سے ہی بٹلہ ہاؤس ''انکاؤنٹر'' کی انکوائری کا مطالبہ کررہے تھے۔

● نئی دہلی- بہوجن سماج پارٹی کے لیڈر شاہد صدیقی نے کہا کہ بٹلہ ہاؤس کا انکاؤنٹر نہیں سفاکانہ قتل تھا اور اس کی تفتیش سپریم کورٹ کے کسی موجودہ یا ریٹائرڈ جج کی قیادت میں کمیشن تشکیل دے کر کرائی جائے۔

● نئی دہلی- راجیہ سبھا کے رکن محمد ادیب نے کہا کہ جو لوگ انصاف چاہتے ہیں وہ پہلے دن سے ہی بٹلہ ہاؤس ''انکاؤنٹر'' کی انکوائری کا مطالبہ کررہے تھے۔

● نئی دہلی- وزیر دفاع اے کے انٹونی نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ مالیگاؤں بم دھماکہ کی جانچ مہاراشٹر اے ٹی ایس کررہی ہے یہ ہمارا داخلی معاملہ ہے، پاکستان کو اس سے کیا سروکار ہوسکتا ہے۔ اسے اس کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔

● نئی دہلی- فوج نے زمین سے زمین پر آواز کی رفتار سے بھی زیادہ تیز کروز میزائل براہموس کا پوکھرن کے ریگستانوں میں کامیاب تجربہ کیا۔

● نئی دہلی- نائب صدر جمہوریہ حامد انصاری نے یہاں قومی اقلیتی کمیشن کے زیر اہتمام ریاستی اقلیتی کمیشنوں کے سالانہ اجلاس میں کہا کہ آج اقلیتیں اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ قانون کے مطابق اقلیتوں کو تمام حقوق حاصل ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور اس کی تصدیق بھی ہوچکی ہے۔

● جموں- یہاں سول سکریٹریٹ میں گیارہویں جموں وکشمیر اسمبلی کے لئے ۸۰ ارکان نے حلف لیا۔

● نئی دہلی- نیشنل یونیورسٹی آف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ ایڈمنسٹریشن کی رپورٹ کے مطابق تعلیم کے نقطہ نظر سے مسلمانوں کی حالت میں کافی بہتری دیکھی جارہی ہے۔

● نئی دہلی- مرکزی کابینہ نے جھارکھنڈ اسمبلی کو معطل کرتے ہوئے ریاست میں صدر راج کے نفاذ کو منظوری دے دی، بی جے پی نے اسمبلی تحلیل کرکے پھر سے الیکشن کرانے کا مطالبہ کیا۔

● نئی دہلی- الیکشن کمیشن نے لوک سبھا انتخابات کی تیاریوں کے لئے کمر کستے ہوئے ۳رفروری کو سبھی منظور شدہ سات قومی سیاسی پارٹیوں اور ۴۰ علاقائی پارٹیوں کے ساتھ اور ۴رفروری کو الیکٹورل حکام کے ساتھ میٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

● نئی دہلی- وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے کہا ہے کہ جو ممالک دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں یا اسے برداشت کرتے ہیں ان کے پاس دہشت گردانہ ڈھانچوں کو تباہ کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

● نئی دہلی- امور دفاع کے وزیر مملکت ایم ایم پلم راجو نے کہا کہ پڑوسی ملک کی غیر فوجی سرکار اتنی مضبوط نہیں ہے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف اپنے دم پر کارروائی کرسکے۔

● ممبئی- ایڈیشنل چیف میٹروپولیٹن این این شری منگلے نے ممبئی حملے کے ملزم اجمل قصاب کی عدالتی تحویل میں ۲رفروری تک توسیع کردی ہے۔

بین الاقوامی

● یروشلم- انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اسرائیل پر جنگی جرائم کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ اس نے غزہ کی کثیر آبادی والے علاقہ میں ممنوعہ فاسفورس بموں کا استعمال کرکے غیر قانونی کارروائی کی۔

● غزہ- غزہ میں جنگ بندی کے بعد ملبے سے لاشیں ملنے کا سلسلہ جاری ہے۔ مزید ۱۵ بچوں کی لاشیں ملنے سے ہلاک شدگان مہلوکین کی تعداد ۱۳۱۵ اور مجروحین کی تعداد پانچ ہزار سے زائد ہوگئی۔

● غزہ- اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ غزہ پر حملے کی وجہ سے کم ازکم پچاس ہزار فلسطینی بے گھر، دس لاکھ افراد بجلی اور چار لاکھ سے زائد پانی جیسی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہوگئے ہیں۔

● غزہ- فلسطینی تنظیم حماس کے ترجمان ابوعبیدہ نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ اگر جنگ بندی کی ضرورت کے مطابق راکٹ اور دیگر ہتھیاروں کا ذخیرہ کرنے سے ہمیں روکنے کی کوشش کی گئی تو ہم پھر سے ہتھیار اٹھاسکتے ہیں۔

● کابل- افغانستان میں اتحادی فوج نے ۲۲ عسکریت پسندوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

● لندن- اخبار فائنشیل ٹائمز نے ایک سروے رپورٹ میں کہا ہے کہ فرانس، جرمنی، برطانیہ اور اٹلی کی اکثریتوں کا کہنا ہے کہ اگر نئے امریکی صدر بارک حسین اوباما ان کی حکومتوں سے مزید فوجیں بھیجنے کے لئے کہتے ہیں تو انہیں اس درخواست کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔

● پشاور- پاکستان کے قبائلی علاقے شمالی وزیرستان میں دو افغان شہری اور چار پاکستانی کو مبینہ طور پر امریکہ کے لئے جاسوسی کے الزام میں قتل کردیا گیا ہے۔ ادھر مہمند ایجنسی میں سیکورٹی فورسیز کی کارروائی میں ۱۷ عسکریت پسند ہلاک ہوگئے۔

● واشنگٹن- امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے آخری دن بھی جنگ مخالف مظاہرین نے وہائٹ ہاؤس پر جوتے پھینکے۔

● ماسکو- یوکرین کے ساتھ معاہدہ کے بعد روس نے یوروپ کو گیس کی فراہمی شروع کردی۔

● نیویارک- انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کی ڈائریکٹر جوآن مارنیر نے کہا کہ نئے امریکی صدر بارک اوبامہ کو بش انتظامیہ کی جانب سے دہشت گردی کے مقابلے کے لئے اپنائے گئے ظلم وزیادتی والے رویہ کو فوراً ترک کردینا چاہئے اور ایسی نئی پالیسیاں اپنانی چاہئیں جن میں بنیادی حقوق کا احترام ہو۔

● دبئی- ایک سعودی تاجر لیبن القاضی سابق بش انتظامیہ کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا منصوبہ بنارہا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ بش انتظامیہ نے دہشت گردی کے لئے رقم کی فراہمی کا اس پر غلط الزام لگایا جس سے امریکہ میں اس کی املاک ضبط ہوگئیں۔

● قاہرہ- مصری پولیس نے اسرائیل مخالف احتجاجی مظاہرہ کرنے پر اخوان المسلمین کے ۴۵۰ سے زیادہ کارکنوں کو حراست میں لے لیا۔

● ڈھاکہ- برطانوی افسران نے بنگلہ دیش کے سابق وزیر کھانڈیکر موسد حرف حسین اور ان کی اہلیہ بلقیس اختر کو خط لکھ کر برطانیہ کے ایک بینک میں جمع دس لاکھ پونڈ کے ذرائع کے بارے میں پوچھا ہے۔

● کابل- حزب اسلامی نے افغانستان میں فرانسیسی فورسیز پر حملہ کرکے ۸رفوجیوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

● کولبو- سری لنکائی فوج نے پربھاکرن کے آخری ٹھکانے کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے اس کے ایک اور بنکر پر قبضہ کرلیا یہ بنکر ملائی تیبو میں دھرمپور قصبہ کے گھنے جنگلات میں تھا۔

● غزہ- القاسم بریگیڈ کے ترجمان ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ ۲۲ روزہ لڑائی میں ہماری طرف سے اسرائیل کی مختلف تنصیبات پر ۹۸۰ راکٹ داغے گئے۔ ۹۷ زمینی سرنگوں کے دھماکے کئے گئے۔ ۵۳ حملے کمین گاہوں کے ذریعہ چھپ کر کئے گئے جن سے ۴۹ اسرائیلی فوجی ہلاک اور ۴۷ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔

● کویت- شام کے صدر بشیر الاسد نے یہاں عرب ملکوں کے اقتصادی اور ترقیاتی سربراہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اسرائیل کو ایک دہشت گرد وجود قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔

مرکزی شعبۂ خدمت خلق کا دوروزہ پروگرام

عوام کو ان کے بنیادی حقوق سے آگاہ کرانے کی ضرورت ہے/امیر جماعت

نئی دہلی-'' ہمارے ہر کام میں اور ہر قدم پر اخلاص مطلوب ہے، اور اس کے لیے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ اے اللہ! ہم جو کچھ کریں وہ نام ونمود، ریاکاری اور شہرت کے جذبہ سے پاک ہو۔ اسی صورت میں ہمارا عمل عند اللہ مقبول ہوگا، ہم اس پر اجر کے مستحق ٹھہریں گے اور دنیا میں بھی ہمارا کام ثمر آور ہوگا اور لوگ صحیح معنوں میں اس سے فیض یاب ہوسکیں گے۔'' مذکورہ خیالات کا اظہار امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے مرکزی شعبہ خدمت خلق کے دو روزہ پروگرام ویژن ۲۰۱۶ء منعقدہ ۱۹-۲۰رجنوری کے اختتامی سیشن میں کیا، جس میں ملک بھر سے مختلف تنظیمی حلقوں کے ۳۰رنمائندوں نے شرکت کی۔ یہ پروگرام بنیادی طور پر تنظیمی حلقوں کے شعبہ خدمت خلق کے سکریٹریز کے لیے منعقد کیا گیا تھا جو دو دن سے جاری تھا اور جس میں مرکزی منصوبہ اور حلقوں کی سطح پر عمل درآمد، فنڈ اور دیگر وسائل کی فراہمی جیسے اہم موضوعات زیر بحث آئے اوران پر تفصیل سے شرکاء پروگرام نے تبادلہ خیال کیا۔

امیر جماعت نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ کہیں ٹیم ورک ہوتا ہے تو بالعموم وہاں جلد ہی اختلافات رونما ہونے لگتے ہیں، کام متاثر ہونے لگتا ہے اور بعض اوقات اختلافات کی نذر ہوجاتا ہے۔ امیر جماعت نے کہا کہ طاقت اتحاد میں ہے، اختلافات سے کمزوری درآتی ہے۔ ٹیم ورک میں بڑے کسر وانکسار اور صبر وتحمل سے کام لینا پڑتا ہے۔

انفرادی اور اجتماعی کام کے درمیان پیش آنے والے ایک نمایاں فرق کی طرف امیر جماعت نے شرکاء پروگرام کی توجہ مبذول کرائی۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص انفرادی حیثیت میں کوئی نیک کام کرتا ہے تو اس میں اپنی پسند اور مرضی کے مطابق تصرف کرنے کے لیے وہ آزاد ہوتا ہے، اسے کسی ذمہ داری، جواب دہی یا باز پرس کا اندیشہ نہیں ہوتا، وہ خدا کے سامنے خود جوابدہ ہے، اس کے برعکس اجتماعی پلیٹ فارم سے کارخیر انجام دینے کی صورت میں نوعیت بدل جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر جہاں جواب دہی اور احتساب کی پوری گنجائش رہتی ہے وہیں دوسری طرف شہرت، پبلسٹی، نام ونمود کے امکانات پیدا ہوجاتے ہیں بالخصوص بڑے پروجیکٹوں کی انجام دہی میں ایسے مواقع بار بار پیش آتے ہیں، لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جس کام سے اخلاص اور خوشنودئ رب کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے اس میں خیر وبرکت بھی ختم ہوجاتی ہے اور پھر اللہ اس کام کو انھی لوگوں کے حوالے کردیتا ہے۔ لہٰذا ہمارے کاموں میں ہمیشہ اخلاص اور خوشنودئ رب پیش نظر رہنی چاہیے۔

امیر جماعت نے اس موقع پر وہ حدیث رسول یاد دلائی جس میں کہا گیا ہے کہ روز قیامت عرش الٰہی کے زیر سایہ جن لوگوں کو پناہ ملے گی اس میں ایک خوش نصیب وہ بھی ہوگا جس نے کوئی نیک کام، صدقہ وخیرات کیا تو اس میں اس حد تک اخفا سے کام لیا کہ اس کے قریبی لوگوں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس نے کیا خرچ کیا۔ امیر جماعت نے کہا کہ نیک کاموں کے لیے عوام کی تائید وحمایت اس وقت تک حاصل رہتی ہے جب تک لوگوں کو یہ معلوم رہتا ہے کہ یہ شخص یا جماعت شہرت اور داد طلبی سے بے نیاز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس جذبہ کی قدر کرتا ہے، چنانچہ اس نے فرمایا کہ ''یہ جنتی وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔''

امیر جماعت نے آخر میں میقاتی منصوبہ کی تکمیل کی طرف حاضرین کو توجہ دلائی اور کہا کہ ہماری نصف میقات گزر چکی ہے، ہمیں اپنے ہدف اور انجام دیے گئے کاموں کا جائزہ لینا چاہیے اور باقی ماندہ پروگراموں کی انجام دہی میں لگ جانا چاہیے، جب تک یہ جائزہ نہیں لیں گے آپ کی پیش قدمی رک جائے گی اور کوئی تحریک ملنے پر اگر تھوڑا آگے بڑھے بھی تو پھر کچھ دیر چل کر رک جائیں گے۔ انہوں نے یاد دلایا کہ ہندوستان کے حالات میں بڑے نشیب وفراز آتے رہتے ہیں جن میں آفات ارضی وسماوی کے علاوہ فسادات رونما ہوتے رہتے ہیں، ان کے لیے ریلیف ورک پر توجہ دینی ہے، یہاں شہریوں کو دستور نے جو بنیادی حقوق دیئے ہیں وہ کمزور طبقات اور بالخصوص مسلمانوں کو بسا اوقات نہیں حاصل ہوپاتے، ان کے سلسلہ میں قانونی مشورہ اور تعاون کا جو پروگرام بنایا گیا ہے، آپ کو اسے انجام دینا ہے، لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق سے واقف وآگاہ کرانے کی ضرورت ہے اور اگر ظلم وزیادتی ہو تو اس کے ازالہ کی تدابیر بھی انھیں بتانا ہے۔ امیر جماعت نے تعلیم اور صحت کے میدان میں بنائے گئے پروگراموں پر عمل درآمد کی طرف توجہ دلائی، منتخب بستیوں کے لیے پروگرام کو بھی عملی جامہ پہنانے کی ضرورت کا احساس دلایا اور کہا کہ حلقوں کے منصوبوں کے عمل درآمد میں جو دقتیں اور رکاوٹیں ہیں ان سے مرکز کو آگاہ کرنا چاہیے، مرکز حسب ضرورت اس میں رہنمائی کرے گا اور ممکنہ تعاون بھی ہوسکے گا۔

امیر جماعت نے اس موقع پر حلقوں کے شعبہ خدمت خلق کے ذمہ داروں کو توجہ دلائی کہ اب تک کی معلومات کے مطابق کسی جگہ بھی اس طرح کام نہیں ہورہا ہے جیسا کہ ہونا چاہیے۔ امیر جماعت نے خدمت خلق کی مختلف اسکیموں اور پروگراموں کے سلسلہ میں فنڈ فراہمی کے سلسلہ میں ہدایت دی کہ یہ کام مقامی طور پر کیا جانا چاہیے، انھوں نے کہا کہ خدمت خلق کے ہمارے مختلف پروگرام اور منصوبے ہوسکتے ہیں مثلاً اسکول، یتیم خانہ، شفا خانہ، بلاسودی قرض اسکیم کے ادارے اور دیگر معاشی اسکیمیں لیکن اس کے لیے مقامی سطح پر اصحاب خیر سے تعاون حاصل کرنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ مقامی لوگ ان اسکیموں اور پروگراموں سے مربوط ہوں اور ان کا ہر طرح کا تعاون حاصل رہے۔ اگر مقامی سطح پر مطلوبہ فنڈ نہ فراہم ہوسکے تو بہ وقت ضرورت حلقہ پورا کرے گا اور مرکز بھی اس میں مدد کرے گا۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

بقیہ: امریکہ میں غلاموں کی بادشاہت کا آغاز؟

میں کسی بڑی تبدیلی کا ابھی تک کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ بلکہ افغانستان میں کارروائیاں اور تیز کئے جانے کی اطلاعات ہیں۔

بارک اوباما سیاہ فام ہوں، مسلمانوں سے خاندانی تعلق رکھتے ہوں۔ پر وہ ہیں واحد سپر طاقت امریکہ کے سربراہ، جسے اب دنیا میں کسی برابر کی قوت کا چیلنج نہیں ہے۔ سرد جنگ کا دور موجودہ یک طاقتی دور سے زیادہ طویل رہا ہے۔ لیکن اگر انسانی ہلاکتوں، ملکی تباہیوں کا تخمینہ لگایا جائے تو یہ مختصر یک طاقتی عرصہ زیادہ خطرناک رہا ہے۔ کمیونزم کے خاتمے اور سوویت یونین کے انہدام کا دعویٰ کرنے والے ذرا غور کریں کہ انھوں نے دنیا کو خود اپنے لئے جہنم بنالیا ہے۔ خونریزی کہیں زیادہ ہوئی ہے۔ دنیا سے امن وسکون چھوٹے ملکوں سے استحکام اٹھ چکا ہے۔ سرد جنگ کے زمانے میں کمزوروں کو کسی ایک بلاک کی سرپرستی میسر آجاتی تھی۔ ان دنوں طاقت سے کہیں زیادہ عقل ودانش، علم وادب کا استعمال ہوتا تھا۔ اس وقت کی افریقی ایشیا کی قیادتوں سوکارنو، ماؤ، ناصر، لومبا، یورقیبہ، ٹیٹو کو یاد کیجئے۔ کتنے انقلاب برپا ہوتے تھے۔ اسرائیل کو آج کی طرح بربریت کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ سوویت یونین، افریقہ، ایشیا کے لئے بہت بڑا سیاسی سہارا ہوتا تھا۔ امریکی طاقت کا نشانہ بننے والے سوویت یونین کے حلقۂ اثر میں چلے جاتے تھے۔ اب امریکہ دھونس جماتا ہے۔ تم ہمارے ساتھ ہو، یا تم ہمارے ساتھ نہیں ہو۔ نہیں ہو کا مطلب ہے کہ وہ آپ کے وجود کے درپے ہوجائے گا۔ بارک اوبامہ اس بنیادی پالیسی کو بدلنا نہیں چاہتے۔ اسرائیل کا وہ اسی طرح ساتھ دیں گے جیسے پہلے امریکی صدر دیتے رہے ہیں۔ افریقہ، ایشیا اور خاص طور پر مسلمان ممالک اگر واقعی چاہتے ہیں کہ آج سے شروع ہونے والا بارک اوبامادوران کے لئے تبدیلیوں کا عہد ثابت ہو تو انہیں اپنے اندر یہ تبدیلی لانی ہوگی کہ آپس میں برسرپیکار ہونے کی بجائے ایک دوسرے کے قریب آئیں۔ ایک آواز ہوجائیں۔ اپنی علاقائی اہمیت، اپنے تیل، گیس کے ذخائر، اپنی مارکیٹ کی قدر، اپنے معدنی وسائل کا ادراک کریں اور امریکہ کو احساس دلائیں کہ وہ جس دنیا میں رہتا ہے ہم بھی اس میں رہتے ہیں۔ امریکی معیشت ہمارے تعاون کے بغیر بہتر نہیں ہوسکتی۔ امریکی مفادات ہمارے مفادات کی تکمیل کے بغیر تحفظ نہیں پاسکتے حالات ایک متبادل طاقت کا تقاضا کررہے ہیں۔

●●

بقیہ: ان شکایات کی جانچ ہونی چاہئے

الاقوامی سطح پر پیش کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہونی چاہئے اور ان دہشت گردانہ حملوں کے دوران کہیں کسی بھی مرحلہ ومقام پر ان کے ذیل میں کسی طرف سے کسی سازش کا شک وشبہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے تحقیقات کرانے سے غیر ملکی سازش کاروں اور حملہ آوروں کے خلاف کیس کے کمزور پڑجانے کا بھی اندیشہ نہیں ہونا چاہئے کہ غیر ملکی دشمن وطن نے ہمارے ملک پر حملہ کیا یہ اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے اور اس حملہ کے ہنگاموں کے دوران کسی آستین کے سانپ نے بھی اپنا کام کرڈالا تو اس کی تحقیقات اپنی جگہ کی جانی چاہئے۔ خاص طور سے جب کہ ہیمنت کرکرے اور ایڈیشنل اشوک کامٹے کی بیواؤں نے جس طرح اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے اور ذمہ داران پر تنقید کی ہے اپنے ملک کی عدلیہ یا غیر جانبدار ایجنسیوں کے ذریعہ اعلیٰ سطحی تحقیقات کرا کر ان کو مطمئن کرنا ضروری ہے بصورت دیگر وہ تاحیات شکوک وشبہات، بے یقینی اور عدم اطمینان کی کیفیت کے ساتھ بے چینی واضطراب سے لبریز سانس لیتی رہیں گی۔ وہ حکومت، پولیس کے اعلیٰ افسران کے بارے میں تاحیات اپنے دلوں میں کسک لئے رہیں گی جن لوگوں کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ہیں ان کے خلاف اپنے سہاگ اپنے سرتاجوں اور اپنے اہل خاندان کے دشمن ہونے کے نشتر او رکانٹے دل ودماغ میں لئے رہیں گی۔ ان کے اہل خاندان اور ان کی آنے والی نسلیں بھی خود کو انصاف سے محروم تصور کرتی رہیں گی۔ اعلیٰ ذمہ دار افسران کے اہل خاندان کے سامنے سچائی پیش کرکے اور ثابت کرکے ان کے دلوں کو سکون پہنچانا ضروری ہے۔ آخر لیڈر اور حکمراں تحقیقات کرانے سے کیوں گھبرا رہے ہیں کیا ان کو بھی فسطائی طاقتوں کی طرف سے سچائی کو سامنے نہ لانے اور حقائق کو دفن کرڈالنے کے لئے دھمکیاں مل گئی ہیں جس کے انجام سے گھبرا کر وہ چشم پوشی کی پالیسی اپنانے پر مجبور ہورہے ہیں؟

●●

ایجنٹس متوجہ ہوں

درج ذیل ایجنسیوں کی ترسیل رقم کے بار بار مطالبے کے بعد بھی نہ بھیجنے پر روکی جارہی ہے۔ آئندہ یکم فروری کے شمارہ سے پرچہ نہیں بھیجا جائے گا۔ خریدار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ براہ راست دعوت کے دفتر سے پرچہ حاصل کریں:

2187	Piro (Bihar)
2309	Biloli (M.S.)
2892	Champua (Orissa)
2965	Yallandu (A.P.)
3003	Malkapur (M.S.)
3061	Sarai Treen (U.P.)
3106	Mehkar (M.S.)
3144	Gulaoti (U.P.)
3247	Sitamarhi (Bihar)
3252	Chitarpur (Jkd.)

قرعہ اندازی کے بعد عازمین سے پیسہ

نئی دہلی- رواں سال سے عازمین حج عازمین حج کی درخواست جمع کرنے کے طریقہ کار میں تبدیلی کی جائے گی اور صرف انھی عازمین کے پیسے جمع کئے جائیں گے جن کے نام قرعہ اندازی میں آئیں گے۔ اس کا اعلان کرتے ہوئے مرکزی حج کمیٹی آف انڈیا کے چیئرمین اقبال سرودگی نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ سعودی حکام سے یہ درخواست کی جائے گی کہ وہ ہندوستانی عازمین کے لئے انٹرنیشنل پاسپورٹ کو لازمی قرار دینے میں ایک سال کی رعایت دے۔

مسجد اشاعت اسلام میں خطبہ جمعہ

مسائل کے حل کیلئے اللہ سے تعلق کو مضبوط بنائیں

نئی دہلی-'' انسانوں میں ہمیشہ دو طرح کے لوگ پائے گئے ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کی اطاعت وبندگی کی راہ اختیار کی اور اس کے انعام واکرام کے مستحق ٹھہرے اور دوسرے وہ جنہوں نے بغاوت ونافرمانی کا راستہ اختیار کیا اور اللہ کے غیظ وغضب اور لعنت کے شکار ہوئے۔ چنانچہ اللہ نے مختلف شکلوں میں ان پر عذاب بھیج کر آنے والی نسلوں کے لئے انہیں سامانِ عبرت بنادیا۔ امت مسلمہ کے لئے اس میں درس بصیرت ہے کہ وہ اپنے لئے کون سا راستہ پسند کرتی ہے۔'' ان خیالات کا اظہار مولانا محمد رفیق قاسمی سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے مسجد اشاعت اسلام میں ۱۶رجنوری کو خطبہ جمعہ میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے رحمٰن اور رحیم ہونے کے ناطے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیاء ورسل اور صحف ہدایت کا نظم کیا۔ انسانوں کو خیر وشر میں امتیاز کا شعور بخشا، ارادہ واختیار اور انتخاب کی آزادی بخشی، حق وباطل میں فرق کرنے کی تمیز سے بہرہ ور کیا اور وعدہ کیا کہ جو لوگ ہماری راہ پر چلیں گے انہیں ہم کامیابی اور سرخروئی سے ہمکنار کریں گے اور زندگی کے ہر مشکل موڑ پر ان کی رہنمائی کریں گے اور بالآخر وہی سربلند ہوں گے اور دنیا کی قیادت ورہنمائی کے منصوب پر انہیں فائز کیا جائے گا۔ لوگ ان کی رعایا بن کر زندگی گزارنے میں فخر محسوس کریں گے اور آخرت میں انہیں ایسی ابدی اور لازوال نعمتیں حاصل ہوں گی جس کا نہ انہوں نے کبھی تصور کیا ہوگا اور نہ کبھی ان کی نظروں نے ان کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ مولانا نے کہا کہ ہم اپنی نمازوں میں دست بستہ اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ مالک! یہ دنیا جو ہمارے لئے اجنبی ہے، راستہ نہیں سمجھ میں آرہا ہے کہ کدھر جائیں، بھانت بھانت کی بولیاں لوگ بول رہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ موکش یہاں سے حاصل ہوگا، نجات یہاں ملے گی، اپنے خود ساختہ اصولوں کی طرف لوگ بلارہے ہیں۔ لہٰذا ہماری گزارش ہے کہ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی کیجئے اور ایسے راستے پر چلنے کی توفیق دیجئے جس پر چل کر ہم تیری نعمتوں کے مستحق بن سکیں مگر انسان کی مشکل یہ ہے کہ وہ زبان سے درخواست ہدایت اور کامیابی والے راستے کی کرتا ہے اور عملاً بغاوت اور نافرمانی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ مولانا قاسمی نے یہود ونصاریٰ کی تاریخ اور ان کے انجام سے سبق لینے کی ترغیب دی کہ اول الذکر اپنی باغیانہ روش اور سرکشی کی وجہ سے معتوب اور مغضوب قرار پائے اور موخر الذکر دین مسیحی میں تحریف اور غلو اور رہبانیت کے سبب گمراہ ہوئے۔ قرآن نے اہل کتاب پر یہ فرد جرم عائد کی کہ تم لوگوں کو نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہو، ایفاء عہد، حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دیتے ہو اور خود اپنی ذات کو فراموش کرتے ہو جب کہ یہ تعلیم جس طرح دوسروں کے لئے مفید ہوسکتی ہے اسی طرح تمہارے لئے بھی مفید ہوسکتی ہے۔ تم دوسروں کو مفید نسخہ بتاتے پھرتے ہو اور خود اسے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہو جب کہ قول وعمل کا یہ تضاد اللہ کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ اور مبغوض ہے اللہ کہتا ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے؟ اللہ کہتا ہے کہ تم اہل کتاب کی روش مت اختیار کرنا، تم پورے کے پورے اسلام کو اپناؤ، آدھے ادھورے اسلام کو نہیں، اہل کتاب پر یہ فرد جرم بھی عائد کی گئی ہے کہ تم اپنی کتاب کے ایک حصے پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصے کو نہیں تسلیم کرتے یعنی جو احکام انہیں پسند نہیں، ان پر عمل کرتے ہیں اور جن پر عمل کرنا شاق گزرتا ہے اسے نظر انداز کردیتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس روش سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ مولانا نے اس مشکل اور نازک صورت حال کا بھی تذکرہ کیا جو فلسطینی بھائیوں کو درپیش ہے۔ انہوں نے ان کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ہمدردی اور صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ کی مدد اور تائید حاصل کرنے کا مشورہ دیا اور اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ کفر اور کفار سے اعلان برأت نصرت اور تائید الٰہی کا وسیلہ ہے۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

اسرائیلی مظالم کے خلاف احتجاجی جلسہ

پٹنہ- جماعت اسلامی ہند پٹنہ کی طرف سے فلسطین پر اسرائیلی بربریت اور مظالم کے خلاف انجمن اسلامیہ ہال میں ایک احتجاجی جلسہ عام کا انعقاد کیا گیا جس میں دینی، ملی، سماجی اور سیاسی جماعتوں کے ذمہ داران ونمائندگان شریک ہوئے۔ امیر مقامی پٹنہ رضوان احمد اصلاحی نے افتتاحی خطبہ میں فلسطینیوں پر مسلسل ظلم وبربریت اور ہلاکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اسلامی ہند پوری دنیا میں امن وامان چاہتی ہے۔ جنتادل یو کے ترجمان شیوانند تیواری نے حکومت ہند کی خاموشی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کی جانب سے پتہ نہیں کیوں اسرائیلی بربریت پر کوئی کارگر قدم نہیں اٹھایا جارہا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مالے کے جنرل سکریٹری جناب دیپانکر بھٹاچاریہ نے عالمی سطح پر سامراجی اور صیہونی سازشوں کا احاطہ کرتے ہوئے کہا کہ نہ صرف اسرائیل کو جنگ روکنی ہوگی بلکہ مشرق وسطیٰ میں امن کی بحالی تبھی ہوسکتی ہے جب اسرائیل فلسطین کی قابض سرزمین سے مکمل طور سے ہٹ جائے۔ سابق وزیر شکیل احمد خان نے فلسطین پر حملہ کو اسرائیل کی دہشت گردی سے تعبیر کیا۔ کانگریس کے ریاستی صدر جناب انل شرما نے کہا کہ اسرائیلی بربریت اب انتہا کو پہنچ چکی ہے اس کے خلاف عوام کو پرامن احتجاج جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ شیعہ وقف بورڈ کے ایڈمنسٹریٹر جناب امانت حسین نے جماعت اسلامی ہند کی کوششوں کو سراہتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت واہمیت پر توجہ دلائی۔ اس موقع پر مولانا غلام رسول بلیاوی، مولانا سید اسد رضا، جناب نسیم احمد، جناب راج کمار اور دیگر شخصیات نے بھی اظہار خیال کیا، جلسہ میں چھ نکاتی قرارداد بھی پاس کی گئی۔

بقیہ: کم سنی کی شادی کا رواج

خاص طور پر بچوں کے حقوق پامال ہورہے ہیں بچپن کا زمانہ کھیلنے کودنے، اور پڑھنے لکھنے کا ہوتا ہے اس عمر میں بچوں کو شادی کے بندھن میں باندھ کر ان کا بچپن ان سے چھین لینے کے مصداق ہے۔ بچپن کی شادی کا صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جسمانی طور پر اور ذہن ومزاج کے لحاظ سے پختگی کو پہنچنے سے پہلے ہی ان پر بوجھ ڈال دینے سے مسائل پیدا ہورہے ہیں اور سب سے بڑا مسئلہ تعلیم سے محرومی کا مسئلہ ہے۔ پڑھی لکھی بچیاں سماج کے لئے زیادہ کارآمد ہوسکتی ہیں، وہ خاندان کے لئے بھی زیادہ مفید ہوسکتی ہیں اس لئے اس میں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ حکومتوں کو اس پر توجہ دینی چاہئے تاکہ حالات مزید بگڑنے نہ پائیں اور خاندان کا بھی بھلا ہو اور سماج کو بھی اس سے فائدہ پہنچے۔

شادی جہاں انسان کی ایک فطری ضرورت ہے وہیں یہ ایک سماجی ذمہ داری بھی ہے۔ یہ سماج میں نظم وضبط قائم رکھنے اور اسے افراتفری سے محفوظ رکھنے کی ضامن بھی ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کی سلامتی پر سماج کی سلامتی موقوف ہے۔ اگر اس میں بگاڑ آجائے تو سماج کے محفوظ اور سلامت رہنے کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی، مغرب میں سماجی نظام کی تباہی کا بنیادی سبب یہی ہے کہ وہاں اس ادارے کا کوئی احترام باقی نہیں رہ گیا ہے۔ مشرق میں زیادتی کا دوسرا رُخ ہے، مغرب میں اس ذمہ داری کو اٹھانے کا شعور زندہ نہیں ہے۔ ہر کوئی اس سے بھاگتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ وہاں زبردست افراتفری پائی جاتی ہے، تو مشرق میں یہ بیماری پائی جاتی ہے کہ اس کو وہ اہمیت نہیں دی جاتی ہے جس کا یہ ادارہ مستحق ہے۔ اس افراط تفریط سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اسی صورت میں اس کے فوائد سے بھرپور طریقے سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ جہاں یہ ضروری ہے کہ صحیح وقت پر بچوں کی شادیاں کردی جائیں۔ نہ بچیوں کو شادی کی عمر ہوجانے کے بعد زیادہ دیر تک گھر میں بٹھائے رکھا جائے اور نہ بچوں کو لائق ہوجانے کے بعد اس سے روکا جائے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ سن بلوغ سے پہلے ہی انہیں شادی کے بندھن میں نہ باندھ دیا جائے۔

●●

یہ رنگ یہ انداز ہمارے نہیں ہوتے

محمد نصیرالدین، حیدرآباد

"خود پسندی، خودنمائی، خودسری اور خوشامد" انتہائی مختصر الفاظ ہیں جو انسان کی انتہائی گھٹیا اورناپسندیدہ خصلتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ جس شخص میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ دیر یا سویرا سے نامرادی، ناکامی اور ذلت ورسوائی سے دوچار کردیتے ہیں۔ جب کوئی شخص مذکورہ صفات کو اپنا لیتا ہے۔ تو پھر آپے سے باہر ہوکر "ہچومن دیگرے نیست" کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے اورغرور وتکبر بھی اس کے اندر پیدا ہوجاتا ہے۔ نتیجتاً ایسا شخص دیگر انسانوں کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگتا ہے۔ دوسروں کی نیکی اور پرہیزگاری بھی اسے نہیں بھاتی۔ دوسروں کا اچھے سے اچھا کام اس کی نظر میں حقیر ہوجاتا ہے اور دوسرے لوگوں کی خوبیاں اس کو بے وقعت نظر آتی ہیں جس کی وجہ سے دوسرے لوگ اس کی نظر میں ہیچ ہوجاتے ہیں۔ اپنی تعریف وتوصیف سے وہ خوش ہوتا ہے۔ اپنے کارناموں پر وہ لوگوں کی واہ واہ کا منتظر ہوتا ہے۔ اپنے کاموں وسرگرمیوں کی نمائش اس کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ اپنے ہم خیال افراد کی پذیرائی اور اپنے ہم فکر اشخاص کو قریب کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے حتی کہ وہ اپنے ہاں میں ہاں ملانے والے لوگوں کا غول جمع کرلیتا ہے جو اس کے لئے مشیر خاص بن جاتے ہیں جن کی مدد سے وہ ہر قسم کے فیصلے لیتا ہے اور دیگر افراد کو نظر انداز کردیتا ہے۔ کوئی بھی مذہب سماج اور معاشرہ ایسے افراد کو پسند نہیں کرتا اور نہ انہیں قبولیت عام حاصل ہوتی ہے۔ خود ان میں احساس جرم سرایت کرجاتا ہے، لوگ انہیں حقیقی عزت واحترام دنیا میں بھی پسند نہیں کرتے۔ عہدوں اور منصبوں کے سبب وہ اپنے ماتحتوں پر دھونس دھاک بٹھاتے ہیں جب کہ ماتحتوں کے دلوں میں نفرت کی آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔ البتہ اس طرح کے افراد کے شر، زیادتیوں یا فتنہ انگیزیوں سے بچنے کے لئے لوگ ان کے خلاف آواز اٹھانے سے کتراتے ہیں۔

مادہ پرست اور دنیادار افراد جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ دین وشریعت پر یقین نہیں رکھتے اور قرآن وحدیث کا علم نہیں رکھتے اس طرح کی صفات سے متصف ہوں تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے لیکن وہ اشخاص، جو امت محمدیہ کے فرد ہیں، روز وشب قال اللہ وقال الرسول جن کی زبان سے ادا ہوتا ہے، اصلاح معاشرہ اور اقامت دین کے علمبردار ہیں اگر وہ بھی دیگر اہل ایمان کے نقطہ نظر کو برداشت نہ کریں، دیگر لوگوں کی سرگرمیوں کو تحسین کی نظر سے نہ دیکھیں۔ دیگر افراد کے ساتھ وسعت قلبی اور کشادہ دلی کا مظاہرہ نہ کریں۔ دیگر اہل ایمان کے ساتھ محبت، ہمدردی اور خیر خواہی کا معاملہ نہ کریں۔ دیگر افراد کے ذریعہ اقامت صلوٰۃ، نیکی اور بھلائی کے کام ہوتے ہوئے دیکھ کر حسد اور بغض میں مبتلا ہوں۔ ملت کی تعمیر وترقی کے سلسلے میں دیگر لوگوں کی کاوشوں کو ناکام بنانے کی کوشش کریں۔ قرآن وسنت کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے دیگر برادران اسلام کے خلاف فتوے جاری کریں۔ مساجد کے منبروں اور مدرسوں کی مسندوں سے اہل ایمان کے خلاف بہتان تراشی اور تہمت طرازی کریں، اپنے ہم خیال افراد کو دیگر لوگوں کی مخالفت اور ان کے خلاف تشدد اور زور وزبردستی پر اُبھاریں، اختلاف فکر ونظر کی وجہ سے دیگر لوگوں کو اپنے سے کم تر اور حقیر خیال کریں تو یہ انتہائی افسوسناک اور شرمناک طرز عمل ہی کہلائے گا۔ لیکن امت مسلمہ کی یہ بدبختی ہے کہ ملت میں کچھ افراد دانستہ یا نادانستہ طور پر مذکورہ قبیح اعمال کا شکار ہیں جس کی وجہ سے امت کے اتحاد اور "بنیان مرصوص" بننے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا۔ فی زمانہ جب کہ دہشت گردی کے نام پر جگہ جگہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں کارپٹ بم اندازی کی جارہی ہے۔ کیڑوں مکوڑوں کی طرح مدت کی نیند سلایا جارہا ہے اور ہر طرف شک اور شبہہ سے دیکھا جارہا ہے۔ اسلام ومسلمانوں کو نیست ونابود کردینے کے منصوبے اور سازشیں رچی جارہی ہیں مذکورہ طرز عمل اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مارنے کے مماثل ہے۔

ہندوستان کے پس منظر میں دیکھیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمان نہ صرف دین کے معاملے میں کمزوری کا شکار ہیں بلکہ معاشی اور تعلیمی میدان میں بھی انتہائی پسماندگی کا شکار ہیں جب کہ سیاسی میدان میں ان کا کوئی وزن اور وقعت نہیں۔ ملت کے موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ملت اسلامیہ متحدہ طور پر اور بنیان مرصوص کی کیفیت کے ساتھ آگے بڑھے اور جہد مسلسل کے ساتھ ترقی اور عروج کی منزلیں طے کرے۔ ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنا، طنز وتشنیع کا انداز اختیار کرنا، کردار کشی کرنا اور دوسروں کی نیتوں پر شک کرتے ہوئے انہیں غیر اہم یا غلط ثابت کرنے کی کوشش کرنا کسی بھی صورت یا شکل میں مناسب یا جائز نہیں کہلاسکتا۔ ایک اہم نکتہ سب کی نگاہوں کے سامنے ہونا چاہئے کہ ملکی قانون، اخلاقی حدود، دین وشریعت بھی اس بات کی آزادی اور اختیار ہر ایک کو دیتے ہیں کہ وہ اپنی سمجھ بوجھ، ذرائع وسائل اور نیک نیتی کے ساتھ دین وملت کی سربلندی اور تعمیر وترقی کے لئے اپنے فہم وشعور نیز وسائل و ذرائع کے مطابق جو کچھ کرسکتے ہیں کریں۔ لیکن کوئی بھی قانون اور مہذب معاشرہ اس بات کی کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے نقطہ نظر اور سرگرمیوں کو تو حق صحیح اور ناگزیر ٹھہرائے لیکن دیگر لوگوں کی نیتوں پر بھی شک کرے۔ ان کے کاموں اور سرگرمیوں کو غیر اہم اور غلط ثابت کرے اور ان پر الزامات یا اتہامات کی بارش کرے چاہے نجی محفلوں میں ہو یا سیاسی اور مذہبی جلسوں میں۔

مسلمان جس عقیدے اور دین کو ماننے والے ہیں وہ ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان آپس میں دست بگریباں ہوں۔ شر وفساد میں مبتلا ہوں۔ فخر ونخوت کا شکار ہوں، غرور وتکبر یا احساس برتری سے متصف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے عزت وشرف کی بنیاد صرف "تقویٰ" کو قرار دیا ہے اور کوئی بھی شخص اسی بنیاد پر اپنا مقام و مرتبہ بنا سکتا ہے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جو شخص جتنا تقویٰ اور پرہیزگاری کا حامل ہوگا وہ اتنا ہی اللہ اور اس کے رسول کے احکام و ہدایات کا پابند ہوگا۔ یہ بات ناممکن ہے کہ ایک شخص متقی بھی ہو اور احکام خداوندی اور احکام رسولؐ کی نافرمانی بھی کرے۔ حقیقی بندہ وہی ہے جو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی کوشش میں لگا رہے اور ہر اس فعل یا عمل سے بچتا رہے جس کے انجام دینے سے اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوتی ہو۔ اس احساس کے ساتھ جو شخص زندگی گزارتا ہے وہی متقی ہے اور وہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس مقبول بندہ کہلاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (الحجرات:۱۳)

مسلمانوں کے تعلقات وروابط کیسے ہوں یہ ایک اہم سوال ہے۔ نبی کریمؐ نے اس کی تفصیلات مختلف مواقع پر واضح انداز میں پیش فرمائی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خوشگوار اور برادرانہ تعلقات کی اسلام میں کس قدر اہمیت ہے:

☆ مومن سراپا الفت ومحبت ہے اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خیر وخوبی نہیں ہے جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ ہی دوسرے اس سے محبت کریں۔" (مشکوٰۃ)

☆ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے کہ عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے اور سہارا دیتا ہے اور جس طرح ایک اینٹ دوسرے کے لئے سہارا بنتی ہے اور قوت پہنچاتی ہے۔ (متفق علیہ)

☆ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، باہم حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی مت کرو۔ اے خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ (متفق علیہ)

☆ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

☆ جب کسی کی عیب گیری کا خیال تیرے دل میں پیدا ہو تو اس کے اظہار کو تیرا یہ خیال روک دے کہ مجھ میں بھی کچھ عیب ہے۔" (بیہقی)

امت مسلمہ کے بڑے طبقے کی دین سے دوری یقیناً فکر وتردد کا باعث ہے۔ اس سلسلے میں ٹھوس اقدامات کی یقیناً ضرورت ہے لیکن اسے اس سے زیادہ اہمیت اس چیز کی ہے کہ ملت اسلامیہ کے اندر بھائی چارے کو فروغ دیا جائے۔ آپس میں محبت اور خیر خواہی کو فروغ دیا جائے۔ تعاون اور اعتماد کی فضا پیدا کی جائے۔ فکر ونظر کا اختلاف زیادہ نقصاندہ نہیں ہوتا بشرطیکہ اخلاص وللّٰہیت شامل حال ہو۔ لیکن اختلاف رائے وعمل پر ضد، ہٹ دھرمی، زور زبردستی اور تشدد وانتہا پسندی کا بھی اثر ہو تو یہ بہت زیادہ خطرناک ہے جس کی وجہ سے افراد ملت کے اندر افتراق وانتشار پیدا ہوتا ہے اور ملت اسلامیہ اپنی عظمت ووقعت سے ہاتھ دھوبیٹھتی ہے۔ پڑوسی ملک افغانستان اور عراق میں جو بربادی ہوئی ہے اس کا سبب اور پاکستان وفلسطین میں جو خونریزی ہورہی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ ایسے میں ہندوستان میں ملت اسلامیہ کو باہم دست وگریباں ہونے سے بچانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی بھی کوتاہی شدید نقصان کا باعث ہوسکتی ہے۔ ملت کے اہل علم واصحاب فکر ونظر، علمائے دین، زعمائے ملت اور تمام باثر شخصیات کو اس جانب سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے وقت وحالات کا یہ شدید تقاضا ہے اس جانب سے غفلت ملت اسلامیہ کے لئے مزید تباہی وبربادی کا سبب بن سکتی ہے۔

محسن انسانیت پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کے لئے بہترین اصول بیان فرمائے ہیں اگر ان پر صدق دل سے عمل کیا جائے تو ملت اسلامیہ کو افتراق وانتشار سے بچایا جاسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے:

(۱) کھلے اور چھپے ہر حال میں خدا سے ڈرتا رہوں (۲) کسی پر مہربان ہوں یا کسی پر غصہ ہوں ہر حال میں انصاف کی بات کہوں (۳) خواہ فقیری کی حالت ہو یا امیری کی حالت، ہر حال میں اعتدال پر قائم رہوں۔ (۴) جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں (۵) جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں (۶) جو مجھ پر زیادتی کرے میں اس پر مہربان ہوں (۷) میری خاموشی تفکر کی خاموشی ہو (۸) میری گفتگو ذکر الٰہی کی گفتگو ہو (۹) میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو اور آخر میں آپؐ نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ نیکی کا حکم دوں اور برائی سے روکوں۔"

ضرورت ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس حدیث کا عملی نمونہ بن جائے اور ملت اسلامیہ ہدایات ربانی پر عمل پیرا ہوکر ترقی وعروج کی منزلیں حاصل کرے۔ ●●

تاریخ کا ورق

ٹوٹ گئے مٹکے

مؤرخ ابن عساکر اور علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابوحسین احمد بن محمد خراسانی نوری ایک مرتبہ بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے چل رہے تھے کہ قریب سے ایک کشتی گزری۔ دیکھا کہ ملاح بہت سارے شراب کے مٹکوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ ابوحسین نوری اس پر چڑھ گئے اور پوچھا: "یہ کیا ہے اور کس کے لئے ہے؟"

ملاح نے کہا: "آپ کو اس سے کیا لینا دینا ہے؟"

ابوحسین نے اصرار کے ساتھ ملاح سے پوچھا: "بتاؤ یہ کیا ہے؟"

ملاح نے کہا: "اللہ کی قسم! آپ بڑے فضول گو آدمی ہیں، یہ خلیفہ معتضد باللہ کی شراب ہے"۔

ابوحسین کو بڑا سخت غصہ آیا، ہاتھ میں لاٹھی تھی، مٹکوں کو یکے بعد دیگرے توڑنا شروع کردیا۔ ملاح اس دوران ان کو منع کرتا رہا، مگر وہ کب باز آنے والے تھے۔ چنانچہ ملاح نے خوب چیخ وپکار کی، لوگوں نے پولیس کو بلایا، اس دوران ایک مٹکے کے علاوہ سارے مٹکے ٹوٹ چکے تھے۔ پولیس نے ان کو پکڑا اور معتضد باللہ کے سامنے پیش کردیا۔

خلیفہ معتضد نے پوچھا: "تمہاری بربادی ہو! آخر تم ہو کون؟"

انھوں نے جواب دیا: "میں محتسب ہوں"۔ (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والا)

معتضد نے پوچھا: "اس کام پر تمہیں کس نے متعین کیا ہے؟"

کہنے لگے: "امیرالمومنین! جس ہستی نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے اسی نے مجھے اس کام کا حکم دیا ہے"۔

معتضد نے اپنے سر کو جھکایا اور بولا: "یہ کام کرنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی اور تم نے یہ کیوں کیا؟"

جواب میں کہنے لگے: "تمہارے ساتھ محبت اور پیار کی وجہ سے کہ یہ تمہارے لئے نہایت غیر مفید، مکروہ اور نقصاندہ چیز تھی"۔

خلیفہ نے پھر اپنے سر کو جھکایا، ذرا سوچا اور کہا: "اچھا بتاؤ! تم نے سارے مٹکے توڑ دیئے، ایک جو باقی رہ گیا اس کو کیوں نہیں توڑا؟"

فرمانے لگے: "دراصل جب میں نے مٹکوں کو توڑنا شروع کیا تو میرے دل میں محض رب کی رضا کی نیت تھی اور میں نے اس کی جلالت کی خاطر یہ کام کیا، مگر آخری مٹکا توڑنے سے پہلے میرے دل میں اپنے تئیں عجب آگیا کہ میں نے اتنا بڑا کام کردیا، باوجود یہ جاننے کے کہ یہ مال خلیفہ کا ہے، کوئی پروانہیں کی۔ جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو پھر یہ کام رضائے الٰہی کے لئے نہ رہا تھا۔ لہٰذا میں نے آخری مٹکا چھوڑ دیا"۔

معتضد کہنے لگا: "جاؤ ہم نے تمہیں محتسب مقرر کردیا ہے اور اب جو بھی تمہیں منکر نظر آئے اسے تبدیل کردو"۔

ابوحسین نوری نے فرمایا: "جناب اب میرا ارادہ اس کام کو کرنے کا نہیں رہا"۔

معتضد نے پوچھا: "کیوں؟ کیا وجہ ہے؟"

جواب دیا: "پہلے یہ کام رب کی رضا کے لئے اور اس کی مدد کے ساتھ کرتا تھا اور اب تمہیں راضی کرنے کے لئے پولیس کی مدد سے کروں گا"۔

معتضد کہنے لگا: "اگر آپ کی کوئی حاجت ہو تو پیش کریں"۔

فرمانے لگے: "مجھے اس دربار سے بغیر کسی ضرر کے نکلنے کی اجازت دے دیں اور میرے راستے میں تمہارا کوئی آدمی رکاوٹ نہ بنے"۔

معتضد نے حکم جاری کیا کہ ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

ابوحسین نوری بغداد سے نکل کر بصرہ میں قیام پذیر ہوگئے اور حتی الامکان کوشش کی کہ اپنے آپ کو چھپائے رکھیں تاکہ معتضد کے لئے کوئی سفارش کرنے والا نہ آجائے۔

جب معتضد نے وفات پائی تو پھر یہ بغداد واپس آگئے۔

(عبدالمالک مجاہد، سنہرے اوراق)

بقیہ: ٹیکنالوجی کا جنون یا......

موت حقیقت نہیں، مرض ہے اور مرنے والا مردہ نہیں بلکہ مریض ہے؟

اسی طرح ڈاکٹر فخری صالح وزارۃ عدل مصر کے رکن اور طب کے ماہر کہتے ہیں کہ: "کریونیکس" دراصل قوانین الٰہیہ سے مقابلہ آرائی کے مترادف ہے اور یہ کیسے ممکن کہ وہ قوانین الٰہیہ کو توڑسکیں، مجھے ان پر حیرت ہے کہ کیونکہ وہ ایسے امر پر اصرار کررہے ہیں، جو نتیجہ خیز ثابت ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ ضرر انگیز ثابت ہوسکتا ہے، اس طرح فخری صالح نے نبیل حمیدہ کی تائید کی ہے۔

ڈاکٹر نبیل حمیدہ سے جب سوال کیا گیا کہ جب موت ایک حقیقت ہے تو پھر کیوں اہل مغرب ان "نادان دوست" سائنسدانوں کے جال میں پھنس رہے ہیں، انھوں نے بہت عمدہ جواب دیا اور کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ انسان بہرحال موت کو پسند نہیں کرتا، اور یہ اس میں طبعی امر ہے، شیطان مردود نے بھی حواء اور آدم علیہما السلام کو ورغلانے میں یہی حربہ استعمال کیا تھا اور کہا تھا: "تمہارے پروردگار نے تم دونوں کو محض اس لیے اس درخت سے باز رہنے کو کہا کہ تم فرشتے بن جاؤ گے یا ابدیت دوام اختیار کرلوگے اور وہ کچھ حد تک اپنے اس حربہ میں کامیاب بھی ہوگیا، بس آج کے سائنسداں بھی گویا اسی وسوسہ شیطانی کا اعادہ کررہے ہیں۔

امریکہ کے ہی ایک "یورک" یونیورسٹی کے پروفیسر ڈیوڈ بیچ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں: "کریونیکس" یعنی عمل انجماد سے مردہ جسموں کو باقی رکھ دینا اس امید پر کہ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا، محض ایک وہم اور خیال ہے، کوئی ایک دلیل اور قرینہ بھی ایسا نہیں جو اعادۂ حیات کے امکان پر دال ہو، اور اس محض وہمی نظریہ کو سائنس کی ترقی یا علمی پیش قدمی کہنا سراسر بے بنیاد ہے، بالفرض اگر سائنس داں اعادۂ حیات پر قادر بھی ہوجائیں جو ناممکنات میں سے ہے تب بھی اس عمل انجماد سے جو شدید قسم کے نقصانات ہورہے ہیں اس کا کیا؟ اور اخیر میں اس نے اعتراف کیا کہ یہ عمل انجماد موتی محض اس فرعونی نظریۂ مومیا کی تجدید کے علاوہ کچھ نہیں، جو ہزاروں سال گزر چکے ہیں مگر آج تک ان کی اعادہ حیات والی توقعات پوری نہ ہوسکیں تو ان سائنسدانوں کی توقعات کیا پوری ہوں گی!

خلاصہ یہ کہ عمل انجماد اور "کریونیکس" محض ایک امر خیالی اور دھوکہ ہے یہ محض اس نظریۂ الحاد کو ثابت کرنے کی ناکام جسارت ہے جو قیامت اور فناء روح کی مؤید ہیں، اور نمرودیت کا دعویٰ ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ سے جب اس نے دریافت کیا، کہ رب کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: "میرا پروردگار وہ ہے، جو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرتا ہے"۔ تو اُس بیوقوف نے جو ان سائنسدانوں کی طرح رہا ہوگا، کہا تھا: "میں بھی زندگی اور موت دے سکتا ہوں"۔ مگر اس کی یہ بات اتنی بے حقیقت اور ناقابل التفات تھی کہ قرآن حکیم نے اس کا بلفظہٖ جواب دینا بھی مناسب نہ سمجھا اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کی حماقت کو دیکھ کر بات پلٹ دی، کہ بے قوف تو موت اور حیات کے معنیٰ حقیقی بھی نہیں سمجھتا، ایک ہے مارنا ایک ہے پیدا کرنا، ایک ہے زندگی دینا، اور ایک ہے موت سے دوچار کرنا: یہ سب اپنی حقیقت کے اعتبار سے بالکل جداگانہ اور علیحدہ ہے۔ بس اسی طرح ہم مسلمانوں کی بھی اُن کی اِن باتوں کی طرف نہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اُسے تسلیم کرنے کی، کیوں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ "اللہ ہی وہ ذات ہے جو زندگی اور موت دونوں کے لینے اور دینے کا مالک ہے۔ لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی کے لیے بھی چاہے کتنی ہی کوششیں اور عقلی گھوڑے کیوں نہ دوڑالے اور کتنے ہی تجربات کیوں نہ کرلے، یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا، کہ وہ مردے کو زندہ کرسکے، اور نہ ہی زندہ کو اپنے کلی اختیار سے موت دے سکے۔ مسلمان کسی بھی صورت میں نہ اس کو تسلیم کرسکتا ہے اور نہ اپنے مردوں کو "کریونیکس" کراسکتا ہے، بلکہ اُسے ایمان رکھنا ہوگا کہ موت حق ہے، آخرت حق ہے، فناء عالم حق ہے، جنت وجہنم حق ہے، جزاء و سزا حق ہے، مرنے کے بعد عالم برزخ کی حیات حق ہے۔ ●●

شراب نوشی کو فروغ اور اخلاقی قدروں کی پامالی

عارف عزیز بھوپال

آزادی سے قبل ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں نے نشہ بندی کے لئے کافی جدوجہد کی تھی مگر انگریز حکمرانوں کی پالیسی کے آگے ان کی ایک نہ چلی۔ ۱۹۴۷ء میں جب ہندوستان آزاد ہوا تو بجا طور پر یہ توقع کی گئی کہ اب شراب اور دیگر مہلک منشیات کی لعنت سے ملک کو پاک کردیا جائے گا۔ غالباً اسی عوامی دباؤ کو پیش نظر رکھ کر دستور سازوں نے بھی نشہ بندی کو آئین کے رہنما اصولوں میں شامل کردیا تھا لیکن ان تمام امیدوں اور آرزوؤں کے برخلاف آزادی کے ۶۱ برس میں شراب نوشی اور دیگر منشیات کا دائرہ نہ صرف وسیع ہوا ہے بلکہ اسے حکومت کی باضابطہ سرپرستی بھی حاصل ہوگئی ہے۔ حالانکہ ۱۹۵۲ء میں ملک کے ایک تہائی حصے میں نشہ بندی لاگو تھی لیکن آج ایک دو ریاستوں کے سوا پورے ملک میں نشہ بندی کا خاتمہ ہوچکا ہے اور آزادی کے وقت شراب سازی کے جن کارخانوں کی تعداد ۸۳ تھی آج وہی ہزار کے قابل لحاظ عدد کو پار کرچکے ہیں اور ہر سال ان کارخانوں میں تیار کی گئی شراب جو یقیناً چالیس ہزار ارب روپے کی ہوتی ہے پوری آزادی سے استعمال کی جارہی ہے اور صرف اسی سے ہر سال حکومت کو اربوں روپے کی آمدنی ہورہی ہے۔

منشیات کا یہ بڑھتا ہوا سیلاب جہاں ملک کی اخلاقی قدروں کو پامال کررہا ہے وہیں حکمراں طبقے کی اس خود غرضی اور مفاد پرستی کو بھی نمایاں کرتا ہے جس کے تحت اس نے اپنے حقیر مالی مفادات پر قوم کے اخلاق اور کردار کو بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ گزشتہ چھ دہائیوں کے دوران یہی ستم نہیں ہوا کہ حکومت اور شراب کے تاجروں نے عوام کے سرمایہ اور صحت سے کھیل کر خوب چاندی بنائی بلکہ یہ بھی ہوا ہے کہ اس کے وسیلے سے کالی دولت ملک کی اقتصادیات کے رگ وپے میں دوڑنے لگی ہے۔

اس کے علاوہ دوسری سنگین حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے کاروبار کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان تمام اصول و قواعد کو نہایت بے شرمی سے توڑ دیا گیا ہے جو مسجدوں، مندروں، گردواروں، تعلیمی اداروں اور دیگر ایسے مقامات کے نزدیک جہاں خواتین کی آمدورفت رہتی ہے شراب خانے قائم کرنے اور دوکانیں لگانے کی اجازت نہیں دیتے۔ مگر رائے عامہ کی مرضی کے خلاف کسی کا اثر ورسوخ وہاں کام آجاتا ہے اور نتیجے میں جسم پر کوڑھ کے زخم کی طرح نظر آنے والے شراب خانے اور دوکانیں وہاں کام کرنے لگتی ہیں اور وہ سب سے زیادہ غریبوں یا نچلے متوسط طبقے کے اخلاق و کردار نیز اقتصادیات کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ متمول طبقہ ہی نہیں پسماندہ طبقات بالخصوص درج فہرست قبائل (شیڈولڈ ٹرائبس) بھی منشیات کی اس لعنت میں بری طرح گھرتے جارہے ہیں۔ لہٰذا گزشتہ دنوں اس خبر نے ملک کے اخبارات میں نمایاں جگہ پاکر سب کو حیران کردیا کہ مدھیہ پردیش کے بستر اور جھابوا جیسے پسماندہ اضلاع کی آدیباسی لڑکیوں نے شغل مئے نوشی میں بڑے بڑے شہروں کے لڑکوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے جبکہ بڑے شہروں میں بھی نشہ بازوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور صرف ممبئی کے اسکولوں اور کالجوں کے طلباء و طالبات میں روزافزوں نشے کی لت کو دیکھتے ہوئے ممبئی یونیورسٹی نے اس کا جائزہ لینے کے لئے ایک خصوصی شعبہ قائم کیا ہے جس نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ ایسے نوجوان طلبا اور طالبات کی ممبئی عظمیٰ میں تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

اس سے زیادہ سنگین صورتحال دارالحکومت نئی دہلی کی ہے جہاں کئے گئے ایک سروے کے مطابق صرف نئی دہلی میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد طلباء اور طالبات نشے کی عادت میں مستقل گرفتار ہیں اور ان کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہورہا ہے۔ پھر نشے کی لت نے چونکہ ہمارے سماج میں ایک فیشن اور اس سے بڑھ کر عادت کا درجہ حاصل کرلیا ہے لہٰذا اس کے حصول یا فراہمی میں بدعنوانیاں بھی بڑھتی جارہی ہیں، جس کا ایک ثبوت ممبئی، دہلی، بڑودہ، بھونیشور، احمد آباد اور اندور وغیرہ کے وہ حادثے ہیں جن میں زہریلی شراب پی کر اب تک ہزاروں افراد موت کی نیند سوچکے ہیں۔

جہاں تک اس لعنت کے انسداد کا سوال ہے تو افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جس شدت سے یہ برائی نوجوان نسل میں پھیل رہی ہے اس شدت سے اس کو روکنے کی نہ تو حکومت کو فکر ہے نہ نئی نسل کے سرپرستوں کے پاس وقت ہے کہ وہ دیکھیں کہ ان کے چہیتے کیا گل کھلا رہے ہیں۔ حالانکہ اس کے لئے سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت اور سرپرست دونوں اس پر خصوصی توجہ دیں خاص طور پر جن ریاستوں میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی ریاستی حکومتیں کام کررہی ہیں اور ہندو تہذیب واخلاقیات کے تحفظ کی دہائی دی جارہی ہے کم ازکم وہاں شراب بندی کردی جائے تو اس سے انہیں روکنے والا کون ہے؟ ●●

دُنیا خاموش کیوں ہے؟

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی، دہرہ دون

فلسطینی مسلمانوں پر یہودی حکومت کی ظالمانہ، دہشت انگیز بمباری پر ساری نام نہاد عالمی برادری اور دہشت گردی کے خلاف دن رات راگ الاپنے والے ممالک ومیڈیا کی خاموشی صرف ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ کہ یہ ساری طاقتیں مسلمانوں پر کئے جانے والے ہر ظلم کی عملاً یا قولاً تائید کرتی ہیں۔ تمام حکومتیں خاموش ہیں۔ حماس کے راکٹوں کا بہانہ بنا کر ظالم اور مظلوم دونوں کو یکساں تلقین کرنے والے اکتالیس سالوں سے فلسطین پر اسرائیل کے ناجائز قبضے کو کیوں ختم نہیں کراتے؟ اقوام متحدہ کی ۲۴۲ قراردادیں اسرائیل کے خلاف پاس ہوچکی ہیں۔ ان پر عمل کیوں نہیں ہورہا ہے؟ اقوام متحدہ کی ایک قرارداد پر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ اقوام متحدہ کی منظوری کے بغیر عراق کو تباہ وبرباد کردیا گیا اور ایک قرارداد پر انڈونیشیا سے مشرقی تیمور کو الگ کردیا گیا۔ اگر یہ عالمی غنڈہ طاقتیں اسرائیل پر اپنی اقوام متحدہ کی ۲۴۲ قراردادوں پر عمل نہیں کراسکتیں تو انہیں دن رات دہشت گردی کے خلاف بولنے کا کیا حق ہے؟ ان تمام کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ محرم کے دن اخبارات میں ان چودہ فلسطینی بچوں کی شہادت کی خبر اور نماز جنازہ کا جگر خراش منظر شائع ہوا ہے۔ ممبئی حملے میں یتیم ہوئے ایک یہودی کے پیار میں سارا ہندوستانی میڈیا دبلا ہورہا ہے مگر اب تک کم سے کم ساڑھے چار سو فلسطینی بچے شہید کئے جاچکے، سیکڑوں ہزاروں یتیم ہوگئے مگر ہمارے قومی میڈیا اور انسانیت کے نام نہاد حمایتیوں کی آواز تک نہیں سنائی دے رہی ہے۔ بلکہ الٹا فلسطینیوں پر ہی الزام لگایا جارہا ہے کہ وہ غلامی میں رضامند کیوں نہیں ہیں؟ وہ آزادی کے لئے جدوجہد کیوں کررہے ہیں۔ چند دن پہلے یو این آئی کی خبر ہماری حکومت کی امن دوستی اور اسرائیل نوازی کا فریب بھی چاک کردیتی ہے جس میں بتایا گیا ہے جبکہ اسرائیل کے غزہ پر مظالم جاری ہیں نیویارک میں ہندوستانی قونصل خانے میں قونصلر جنرل پربھو دیال نے یہودیوں کا تہوار یہودیوں کے ساتھ منایا۔ قونصلر جنرل، ان کی اہلیہ، ڈپٹی قونصلر جنرل اجے موہن گوونڈا اور قونصل کے دیگر افسران نے نہوکہ قندیلیں روشن کیں۔ قونصل جنرل سی کمار نے اس موقع پر نہوکہ اور ہندوستانی یہودیوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس موقع پر سو سے زیادہ یہودیوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ ہندوستانی اور کلاسیکی اسرائیلی ناچ پیش کئے گئے اور خالص سبزی والے کھانے پیش کئے گئے۔ (ہمارا سماج دہلی، ۸ رجنوری ۲۰۰۹ء)

جس ہندوستان نے گزشتہ سال ہی ۱۸۵۷ء کی آزادی کی مسلح جدوجہد کی ۱۵۰ویں سالگرہ سال بھر سرکاری طور پر منائی آج وہی حکومت ہند فلسطینیوں کی مسلح جدوجہد کو دہشت گردی بتاکر غاصب ظالم اسرائیل کو اپنا قدرتی حلیف بتارہی ہے اور اس کو اربوں روپے کی مدد اس کے اسلحے خرید کر کررہی ہے۔ کیا ایسے بے اصولے اور منافقانہ طرز عمل سے دہشت گردی اور بدامنی ختم کی جاسکتی ہے؟ ●●

POSTED ON 23 January 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/ 2006- 08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8. ۲۵/جنوری ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in , dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2000 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

ماحولیاتی فساد، بے لگام مادیت کی دین

ایم شیزی، نگینہ، بجنور

ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ دنیا کے اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے، جس نے دنیا کے تمام اہل علم ودانش کو حددرجہ تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔ جہاں یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے اہم ترین ایجنڈے میں شامل ہوچکا ہے، وہیں دنیا کی تمام حکومتیں بھی انفرادی طور سے قومی وعالمی سطح پر اس مسئلے پر غوروفکر کرنے اوراس کا مناسب حل تلاش کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس سلسلے میں کئی بین الاقوامی کانفرنسیں بھی منعقد کی جاچکی ہیں، لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ ترقی یافتہ یورپی ممالک اور امریکہ جو کہ ماحولیاتی کثافت کا منبع اور سرچشمہ ہیں اور تقریباً ستر فیصد آلودگی کے ذمہ دار ہیں، اپنی مادیت ،سرمایہ داری کے نظام کے نشے وجنون میں چوراورعصری قوت کے غرور پرنازاں اپنی ہی نہیں تمام انسانیت،تمام حیاتیات اورنباتات بلکہ پورے کرۂ ارض کی تباہی وبربادی کے درپے ہیں۔

چونکہ انہیں ممالک خصوصاً امریکہ جس کا ماحولیاتی کثافت یعنی گرین ہاؤس سرجن گیسوں کے پیدا کرنے میں سب سے زیادہ یعنی تقریباً ۳۵ فیصد حصہ ہے۔ ماحولیاتی کثافت سے متعلق منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانفرنسوں میں پاس قرارداد کی قولی عملی خلاف ورزی کرنے والا یہ سب سے بڑا ملک ہے۔ اس نے عسکری قوت کی بناپر تمام دنیائے انسانیت کو اپنی فسطائی چالوں اور حرکتوں سے کشت وخون،خوف ودہشت،ظلم وبربریت ،نفرت وعداوت ، جانبداری اور ناانصافی، غربت و افلاس میں مبتلا کردیا ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی برادری کی اپیلوں کو نخوت اور حقارت سے ٹھکرا کر پوری بے شرمی اور بے خوفی کے ساتھ پورے کرۂ ارض کو بھیانک ماحولیاتی فساد کی گرفت میں سونپ کر فطرت کے خلاف کھلواڑ کرنے کی ناپاک و مذموم کوششوں میں مصروف عمل ہے۔

سب سے پہلے سویڈن کی دارالحکومت اسٹاک ہوم میں اقوام متحدہ کی جانب سے انسانی ماحولیات پر بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ ۵/۶/جون ۱۹۷۲ءکو’’انسانی ماحولیات‘‘ کے موضوع پر اس عالمی کانفرنس میں یہ طے ہوا کہ ماحولیاتی تحفظ، قدرتی ذرائع کے معتدل استعمال اور ان کے تحفظ کے تئیں عوامی فکر کو بیدار کرنے کے لئے ۵/ جون کو’’یوم ماحولیات‘‘ کے طور پر منایا جائے گا۔ ساتھ ہی تمام ممالک متحدہ طور سے ماحولیاتی کثافت کو روکنے اوراس سنگین مسئلے کا مستقل حل تلاش کرنے کی سنجیدہ کوششیں بھی کریں گے۔ لیکن ۳۶ برس گزر جانے کے باوجود بھی مذکورہ ممالک کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کوئی بھی قابلِ عمل منصوبہ تیارنہیں کیا جاسکا۔ جبکہ اس عرصے میں ماحولیات کے مسئلے نے خوفناک شکل اختیار کرلی۔ اس بات کا اندازہ زمین کے مسلسل بڑھتے ہوئے درجۂ حرارت،گلوبل وارمنگ سے لگایا جاسکتا ہے، جب سے زمین کی حرارت کوریکارڈ کرنا شروع کیا گیا ہے۔ اس میں ۲۰۰۴ءکوسب سے گرم سال ریکارڈ کیا گیا۔ تقریباً دس ہزار برس قبل جب سے کاشتکاری شروع ہوئی تب سے گزشتہ دس پندرہ برس سب سے گرم سال ریکارڈ کئے گئے۔ گلوبل وارمنگ کی وجہ سے زمین کی حرارت میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ شہروں کی آب وہوا کارخانوں اور گاڑیوں کے دھوئیں سے زہر آلود ہورہی ہے۔ کارخانوں کی غلاظت اوران سے پیدا ہونے والی گرین ہاؤس گیسوں کی وجہ سے زمین کو سورج کی روشنی میں موجود الٹراوائلٹ شعاعوں سے محفوظ رکھنے والی اوزون کی پرت تیزی کے ساتھ جگہ جگہ سے پھٹ رہی ہے۔

بیسویں صدی میں زمینی درجۂ حرارت میں چھ اعشاریہ ڈگری سیلسیس اضافہ ہوا ہے، جس سے گلیشیروں کی توسیع کا عمل دس فیصد کم ہوا۔ نتیجتاً سمندری سطح میں ۶۹ اعشاریہ سے ۸۸ اعشاریہ میٹر تک اضافہ ہوا، جس سے اندیشہ ہے کہ کچھ برسوں بعد کئی ایسے جزیرے اور ملک جو سمندر کی سطح سے کم اونچائی پر ہیں غرقاب ہوسکتے ہیں۔ موسمی سائنسدانوں نے خبردار کیا ہے کہ اگر زمین کے درجۂ حرارت کے بڑھنے کی رفتاریہی رہی تو ۲۱۰۰ تک ۱ء۴ اعشاریہ سے ۸ء۵ اعشاریہ ڈگری سیلسیس تک درجۂ حرارت میں اضافہ ہوجائے گا اور یہ زمین تمام ذی حیات کے لئے جہنم بن جائے گی۔

ایک طرف یہ تلخ حقائق ہیں تو دوسری جانب نام نہادترقی اور مادی طرز حیات میں مدہوش حضرت انسان معلوم خطرات سے قطع نظر کرتے ہوئے تعیش پرستی میں مبتلا ہوکر نہ ختم ہونے والی نفسانی خواہشات کے امنڈتے سیلاب میں بہا چلا جارہا ہے۔ صنعت و حرفت، سائنس وٹیکنالوجی کی دنیا اس کی نت نئی خواہشات کی تکمیل کے لئے وقف ہوچکی ہے۔ زمین کے سینے پر بلند وبالا مغرور عمارتوں کے گاڑنے کا عالمی مقابلہ جاری ہے ۔ بڑے بڑے مال اور شاپنگ سنٹر انسانی خواہشات کے مطابق نت نئی تراش خراش کی مصنوعات کے انبار لگانے میں مصروف کار ہیں۔ کونسی ایسی خواہش ہے، چاہے وہ جائز ہو یا ناجائز، جس کی تکمیل ممکن نہ ہو۔ آج کا انسان صرف اورصرف مادی بن کرخواہشات کا غلام بن کر رہ گیا ہے۔ مذہب الحاد میں، اخلاقیات ،نفسانی خواہشات میں روحانیات مادیت میں تبدیل ہوتی چلی جارہی ہے، جس کے باعث تمام اخلاقی اورانسانی اقدار پامال اورتنزلی کا شکار ہوکررہ گئی ہیں۔

ایک نئے جائزے کے مطابق کروڑوں لوگ کینسر، عارضۂ قلب وتنفس جیسے مہلک امراض پیدا کرنے والے زہریلے کیمیکل ملی ہوا میں سانس لینے کے لئے مجبور ہیں۔ ہوا ہی نہیں ؛ زندگی کی دوسری بنیادی ضرورت پانی بھی آلودہ ہوگیا ہے۔ کروڑوں لوگ فلورائڈ اور آرسینک جیسے زہریلے مادے ملے پانی کا استعمال کرکے اپنی زندگی کو خطرات میں ڈالنے اور مختلف بیماریوں کو دعوت دینے کے لئے بے بس ہیں۔ عالمی بینک کے ایک اندازے کے مطابق ماحولیاتی نقصان کی وجہ سے ہمارے ملک بھارت کو ہر سال تقریباً ۷۰ء۹ ارب ڈالرخرچ کرنے پڑ رہے ہیں، جبکہ ۵۹ فیصد امراض کا سبب پانی کی آلودگی ہے۔ زیر زمین سطح کی پانی میں زراعتی کیمیکل اور صنعتی فضلات کی مسلسل ملاوٹ کی وجہ سے پانی کی آلودگی میں لگاتار اضافہ انسان ہی نہیں تمام ذی حیات کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کے سبب سے ہی خشکی اور پانی میں رہنے والے بہت سے جاندار اپنا وجود ختم کرچکے ہیں۔ جبکہ بہت سے خاتمے کے قریب ہیں۔ موسموں کا مزاج بدل چکا ہے۔ عرب ریگستانوں میں برفباری اور سائبیریا کے برف پوش میدان گھاس کے میدان میں تبدیل ہورہے ہیں۔ سیلاب، قحط، سمندری طوفان، معمول کا حصہ بن گئے ہیں۔ زلزلوں کی بہتات اور سنامی جیسے خوفناک خاموشی والی آفات ماحولیاتی آلودگی ہی کی پیداوار ہیں۔ غرضیکہ آج پورا کرۂ ارض ایک خوفناک ماحولیاتی فساد کی زد میں آ گیا ہے۔ خشکی وبری کی مخلوق سب اس کی گرفت میں آچکی ہیں، جس کے ختم ہونے کے آثار بھی نظرنہیں آتے۔ یہ ماحولیاتی صورتحال نیوکلیائی جنگ سے بھی زیادہ مہلک اورخطرناک ہے، کیونکہ اس کے اثرات تو مخصوص مقام تک محدود اور خاص وقت تک اثر پذیر رہتے ہیں، لیکن یہ ماحولیاتی فساد پورے کرۂ ارض کو دھیرے دھیرے اپنی گرفت میں لے کرمکمل تباہی کی طرف لے جارہا ہے۔ اور اگر اس سلسلے کو پوری سنجیدگی کے ساتھ اور منصوبہ بند طریقے سے نہ روکا گیا تو مادیت اور خواہشات کے پرستار بندے اپنی خود غرضی خواہش پرستی، عیش پرستی کی خاطر اسے نیست ونابود کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

ایسا نہیں کہ ماحولیاتی تحفظ کے لئے کوششیں نہ کی جارہی ہوں، بلکہ مقامی سطح سے بین الاقوامی سطح سے بھی کوششیں اورتدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ ماحولیاتی تحفظ کے لئے ملکی قوانین سے لے کر بین الاقوامی سطح تک قوانین بنائے اور نافذ کئے جارہے ہیں۔ مقامی حکومتیں ہی نہیں، بین الاقوامی ادارے بھی قانون کے نفاذ اوراس مسئلے کے پائدار حل کے لئے فکرمند اور عمل پیرا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج جنگل ہی نہیں، پیڑوں کا کاٹا جانا، جرائم کی فہرست میں شامل ہوگیا ہے۔ پانی کو آلودہ کرنے اور بے دریغ استعمال پر روک لگائی جارہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ شجرکاری کی ترغیب دی جارہی ہے ۔ گاڑیوں کے لئے جہاں نیا اور کم آلودہ ایندھن استعمال کرنے کی کوششیں ہیں تو وہیں پانی کی آلودگی کی روک تھام کے لئے کارخانو کے آلودہ فضلات کے اخراج کو روکنے کی تدابیر کی جارہی ہیں۔ اوزون پرت کومزید نقصان سے بچانے کیلئے کلوروفلورو کاربن پیدا کرنے والے مصنوعات ساز صنعتوں پر قدغن لگایا جارہا ہے۔ گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج پر پابندی لگائی جارہی ہے۔ ہر بڑی سے بڑی یا چھوٹی سے چھوٹی فیکٹری یا گاڑی کو آلودگی کنٹرول قانون کے دائرے میں لایا گیا ہے۔ کھیتوں اور باغات میں کیمیائی کھاد اور جراثیم کش دواؤں کے کم سے کم استعمال اور روایتی کھاد کو متبادل بنانے کی ترغیب دینا بھی ماحولیاتی آلودگی کے تحفظ کے ذرائع میں شامل ہے۔ غرض کہ تمام ممکن اور مناسب حکمت عملیاں اور تدابیر اس کے لئے اختیار کی جارہی ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ تمام ممکنہ کوششوں اور تدبیروں کے باوجود’’مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی‘‘ کے مصداق مسئلہ بڑھتا ہی نہیں؛ بلکہ تشویشناک صورتحال اختیار کرتا جارہا ہے۔ وہ کون سے اسباب ہیں جو اس تباہ کن حالات کے ذمہ دار ہیں؟ کیا اس کا تدارک ممکن ہے؟ اور اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ یہ تمام وہ بنیادی سوالات ہیں جو ہر اہل عقل وعلم ودانش کے لئے قابل غور ہیں۔

دراصل ماحولیاتی تحفظ کیلئے اب تک کی گئی یا کی جارہی تمام تر کوششیں خارجی نوعیت کی ہیں، ایسا نہیں کہ مذکورہ تمام خارجی کوششیں نہیں کی جانی چاہئیں،ضرور اور ضرور کی جانی چاہئیں، لیکن ساتھ ہی اس کے دوسرے بنیادی پہلو یعنی ’’باطن‘‘ کو بھی نظرانداز نہیں کیاجانا چاہئے۔ ان تمام کوششوں کے ناکام یا اثرانداز نہ ہونے کی اصل وجہ اس کے لازم باطنی پہلو کو یکسر نظرانداز کرنا ہے۔ دراصل اس کا سبب ماحولیاتی تباہی اوراس کے تحفظ کا تعلق سائنس وٹیکنالوجی سے زیادہ انسانی عوامل سے، خارج سے زیادہ باطن سے اورجسم سے زیادہ روح سے ہے۔ اللہ کے وجود اور آخرت کا انکاراس فساد کا اصل سبب ہے۔ انسانی عقل کو علم کا واحد ماخذ اور سرچشمہ تسلیم کرلیا گیا اور انسان کو کائنات کے تمام مخلوقات کا مرکزومحور قرار دے دیا گیا۔ علم وعقل اور انسان اور کائنات کے اس تصور میں خالق اوررب کے وجود کا تصورتک ناپید ہوگیا، یعنی حقیقت وہی ہے جوحواس کے ذریعے جانی جاسکے اورعقل سے ثابت کی جاسکے۔ اس کے علاوہ کوئی حقیقت قابلِ تسلیم نہیں۔ عقل پرستی کی یہ تحریک قدیم یونان کے فلسفے سے کشید کی گئی تھی، جس کو مغربی مفکرین نے منصوبہ بند طریقے سے تین چار سو سال کی مسلسل محنت و ریاضت سے پروان چڑھایا، جس کے نتیجے میں ایسی انسانی فکر وجود میں آئی جو خدائی تصور سے خالی تھی،کوئی اس کے اوپر حاکم نہیں تھا،اس کے دل میں موجزن مادی خواہشات اس کا بنیادی محرک تھی۔ فطرت پر قبضہ، غلبہ اورتسلط اس کا نصب العین تھا۔ مرضی موافق اس کا استعمال اوراستحصال کرنا اس کا حق تھا۔ ویکارٹ، گیلیلو، کیپلر ،فرانسس بیکن ، روسیو، کارل مارکس، فرائڈ، ڈارون وغیرہ سب کی فکراورنظریات صرف اورصرف مادیت پرمبنی تھے۔ وہاں روحانیات اور اخلاقیات کا کوئی تصور نہ تھا، طاقت ان کا خداتھی اور مادیت مقصود۔ صنعتی انقلاب کے دور میں یورپی ممالک میں مصنوعات کے انبار جمع ہوگئے، اس کی کھپت کے لئے نئے نئے بازاروں کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی، ساتھ ہی نئے مال کے لئے کچے مال کی ضرورت بھی کم نہیں تھی۔ کچے مال اور مصنوعات کی کھپت کے لئے طاقت اور مادیت کے پجاری جدید اسلحہ جات سے لیس ہوکر کمزوراورغریب ایشیا اورافریقہ براعظم کے ممالک پرٹوٹ پڑے اوران کو اپنی نوآبادیات میں تبدیل کردیا۔ وہاں کے بازار اپنی مصنوعات سے بھردیئے۔ ساتھ ہی وہاں کے قدرتی وسائل کو بے دریغ نکال کر اپنی صنعتوں میں پہنچانے لگے۔ جس کے نتیجے میں مغرب کے خزانے کم ظرف ہوکر ابل پڑی دولت اور عیش وعشرت کی بہتات نے مغربی اقوام کو انتہائی درجہ کا انسان اور بے رحم بنا دیا۔ دولت وطاقت ان کا خدا بن گیا۔ خدا، مذہب روحانیت اور اخلاقیات ان کی نظروں میں بے معنی اور وقعت بن گئیں، اپنے مادی، ذاتی اورنفسانی اغراض کی تکمیل کیلئے انھوں نے نئے نئے نظریات، فلسفے اور قانون وضع کئے۔ اپنی عسکری اور مادی قوت کے سہارے زبردستی انسانوں کے خدابن بیٹھے۔

اس طرح انسان کا فطری ارتقاء باطن سے خارج کی طرف منتقل ہوگیا، جس کے نتیجے میں انسان روحانی مرکز سے الگ ہوکر اپنے تخلیق کووہ خودمختاری مادی اقتدار کے زیر نگیں آ گیا، خودغرضی، مفاد پرستی، بے رحمیاور سفاکی، مادی انسان کا امتیازی وصف بن گئی۔ اس نے اپنی مادی خواہشات کی تکمیل کے لئے ساری کائنات ، دیگر مخلوقات اور خود انسانوں کواپنا غلام اور ماتحت بنانے کی تحریک برپا کردی، جس کے نتیجے میں جہاں تمام دنیائے انسانیت، کشت وخون، ظلم وبربریت، خودغرضی ومفاد پرستی، جانبداری اور ناانصافی ،خوف ودہشت اور بے چینی سے بھرگئی، وہیں اس کی ہوسناکیاں فطرت سے کھلواڑ کرنے کا سبب بن گئیں۔ یہ ماحولیاتی فساداسی مادی فکر کا عملی نتیجہ ہے، جس نے تمام انسانیت کے ساتھ تمام حیاتیات اور نباتات ہی نہیں بلکہ پورے کرۂ ارض کوتباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ یہ سارا کا سارا فساد انسان کی منزل مقصود اور معراج قرار پانے والی خودمختار اور ملحدانہ مادیت کا سبب ہے، جو اللہ اوراس کے دین سے کٹ جانے کے بعد انسان کا مقدر بن گئی۔ اس فساد کا علاج محض خارجی تدابیر اور مادی حکمت عملیوں سے ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس فساد کا خاتمہ تو صرف اسی وقت ممکن ہے جب انسان اس کائنات کو ایک ’’عظیم حادثہ‘‘ نہ مان کر اللہ واحد کی منظم، متوازن، عظیم الشان، پرحکمت وپرشکوہ تخلیق کو صدق دل سے تسلیم کرے اوراپنے خودمختار مادی اقتدار سے برأت کا اعلان کرخود کو رب کائنات کی سپردگی میں دے کراس کے سامنے خلوص دل سے اپنا سرتسلیم خم کردے اوراپنا تعلق مضبوطی سے ہمیشہ قائم ودائم ، حاضر وناظر اور باخبر ذات اقدس، قادر مطلق سے جوڑے، نہ تو کائنات کی تخلیق عبث ہے اور نہ ہی حیات انسانی بے مقصد، ہر شئے کے پیدا کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے، کسی بھی چیز کو بیکار پیدانہیں کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی کسی بھی شئے کی حرکات وسکنات اورضروریات اورانسان کے کسی بھی اعمال سے بے خبرنہیں ہے۔ ایک مقرر دن اس کے تمام اعمال کا حساب وکتاب ہوگا، جوابدہی کا یہ احساس جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی انسان اپنی نفسیاتی اور مادی خواہشات کو ضبط میں رکھتے ہوئے فطرت سے ہم آہنگ ہوکر اعتدال کے ساتھ زندگی گزارے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے : ’’یہ کائنات اوراس کی ہرچیز متوازن طور پرایک منظم ترتیب اورتوازن کے ساتھ ایک خاص میزان پر بنائی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے اس میں بے شمارنشانیاں رکھی ہیں تا کہ اہل عقل ودانش لوگ ان میں غوروفکر کریں اوراپنے رب کے شکرگزار بنیں اورنیک کام کریں‘‘۔

اللہ تبارک وتعالی نے تمام مخلوق کواپنی عبادت اورایک دوسرے کی بھلائی کے لئے پیدا کیا ہے، تا کہ کائنات میں بقائے باہم کا اصول قائم رہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے انسان پرفرض کیا جبکہ وہ کائنات کے اسرار پر غوروتدبر کرے، اس کے مختلف اجزاء اور مختلف مخلوقات کے لئے ذمہ داری اور خیروفلاح کا رویہ اختیار کرے، کیونکہ انسان ہی اس کائنات کی وہ واحد مخلوق ہے جسے اس خالق نے عقل وشعور، علم ودانائی، ارادے اور عمل کا اختیار بخشا ہے۔ اب یہ اس کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کرے اور دنیائے انسانیت کو امن وسکون، محبت و اخوت، وحدت ومساوات ، عدل وانصاف ، امن وآشتی وخوشحالی کا گہوارہ بنائے، ساتھ ہی خارجی تدابیر کے ساتھ باطنی ومعتدل رویہ اور تعمیری قوتوں کو بروئے کار لاکر تمام ماحولیاتی اور روحانی کثافتوں کو آلودگیوں سے پاک وصاف کرنے کی سنجیدہ کوشش کرے تا کہ تمام کرۂ زمین اوراس پر پائے جانے والی جملہ مخلوق ہرقسم کی کثافت وفساد سے محفوظ ومامون ہوکر بقائے باہمی کے اصول پراپنا فرض منصبی انجام دیتی رہے۔

●●

ضرورت ہیڈ مسٹرس

بہار سرکار سے منظور شدہ سرکاری شرح تنخواہ پرجن بیگم صغریٰ حسن میموریل اُردو گرلس ہائی اسکول، ملا حلیم خاں، دربھنگہ میں ہیڈ مسٹرس کے عہدہ کے لئے اُردوداں، ٹرینڈ گریجویٹ خاتون جسے کسی منظور شدہ ہائی اسکول میں کم ازکم دس سال تدریسی کام کا تجربہ ہو، سے مورخہ ۲۲/جنوری ۲۰۰۹ءتک درخواست مطلوب ہے۔

اعلیٰ تعلیم وانتظامی امور کی صلاحیت وتجربہ کو ترجیح دی جائے گی

سکریٹری :ایچ بی صغریٰ حسن میموریل اُردو گرلس ہائی اسکول، دربھنگہ، بہار
آفس فون 06272-250802، رہائش گاہ 06272-234182

ضرورت رشتہ

معزز تعلیم یافتہ، شیخ برادری کی خوبصورت لڑکی عمر ۲۲ سال ، قد پانچ فٹ، چارانچ، گریجویٹ کے لئے شیخ سید برادری کے برسرروزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ بہار کے رشتے قابل ترجیح ہوں گے۔

Box No. 1419
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar,New Delhi-25

ضرورت رشتہ

منصوری برادری سے تعلق رکھنے والے معزز گھرانے کی ڈبل M.A.(فی الحال B.Ed میں داخل) عمر ۲۹ سال قد پانچ فٹ، دوانچ، رنگ گیہواں (جن کے والد ٹیچر، بھائی اور بھابھی ڈاکٹر اور بہنوئی P. C. S. ہیں) کے لئے مناسب اور برسرروزگار رشتہ درکار ہے۔
رابطہ فرمائیں
Mob. 09918213783

دعوت

پرنٹر ،پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر’’دعوت‘‘ ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔
ایڈیٹر: پرواز رحمانی
اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوٹی ندوی، اشرف علی بستوی

جامعة الصّفة ورنگل

دعوت دین واقامت دین کے لئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ! جامعۃ الصفہ ورنگل اپنا پانچواں تعلیمی سال مکمل کر کے چھٹے سال کا سفر طے کررہا ہے اوراپنے طے کردہ مقاصد کے تحت پیش قدمی کر رہا ہے۔ پانچ سال کی مختصر سی مدت میں بفضلہ تعالیٰ گزشتہ دوسالوں میں ۱۰ طلبہ نے حفظ کی تکمیل کی ہے اوراس سال اللہ کے فضل وکرم سے مزید ۱۴ طلباء حفظ قرآن کی تکمیل کرچکے ہیں۔

جامعہ کا شعبہ عالمیت

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں عربی اول تا چہارم جماعتیں قائم ہیں جس میں تشنگانِ علم وخادمانِ دین اپنے علم کی پیاس بجھارہے ہیں تا کہ وہ معاشرہ میں منصبی کردار ادا کرسکیں۔ جامعہ میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی کردار سازی اوراسلامی فکر کی پختگی پرخاص توجہ کی جاتی ہے۔ جامعہ میں اس وقت ۱۴۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں ان کی تعلیم، رہائش وطعام کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی سے مکمل کئے جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) الحمدللہ! طلباء کوتلگو وانگریزی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے تا کہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دیا جاسکے۔

شعبہ تدریب ائمہ

جامعۃ الصفہ ورنگل میں اس سال تدریب ائمہ کا دوسالہ کورس شروع کیا جارہا ہے جس میں ایسے طلباء کو داخلہ دیا جائے گا جو کم ازکم آٹھویں جماعت کامیاب ہوں نیز جو اُردو یا تلگو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں اور بالخصوص دیہات کے رہنے والے ہوں۔ ان طلباء کو دوران تعلیم ماہانہ فی کس ایک ہزار روپے تعلیمی وظیفہ دیا جائے گا تا کہ طلباء اوراولیاء طلباء کو یکسوئی ہو اور طلباء دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں اوران طلباء کے قیام وطعام کی ذمہ داری جامعہ پر ہوگی۔ ہر طالب علم پر ماہانہ ڈھائی ہزارروپیوں کا خرچ ہوگا (Rs.2,500/-) ادارہ اس سال ۲۰ طلباء کو تدریب ائمہ کے لئے داخلہ کا منصوبہ بنایا ہے۔ تدریب ائمہ کے دوسالہ کورس کے دوران ان منتخب طلباء کو امامت اور خطابت کے اصول قرآن، حدیث وفقہ کے علم اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے واقف کروایا جائے گا۔ اس دوسالہ کورس کی تکمیل کے بعد دیہاتوں میں ان طلباء کی خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔

محترم بھائی! آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ قادیانیت اورعیسائیت کے مبلغین مختلف طریقوں سے دیہات کے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو مالی رغبت دلاکر مرتد بنانے کی کوشش کررہے ہیں اور گا ہے گا ہے انہیں کامیابی بھی حاصل ہورہی ہے جب کہ شہروں میں رہنے والے مسلمان، صاحب ثروت اور اہل علم حضرات اس جانب خاطر خواہ توجہ نہیں دے پارہے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں فتنے امت مسلمہ کے لئے ایک بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کو جہاں مختلف پہلوؤں سے کام انجام دینا ہے وہیں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ بالخصوص ائمہ مساجد کو بھی تیار کرنا ہے جو دینی تڑپ رکھتے ہوں اور شہروں سے دور دیہاتی پس منظر میں کام کے لئے آمادہ ہوں۔ جامعۃ الصفہ نے ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت اس اہم کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے اس خصوص میں اہل خیر اور دین کا درد رکھنے والے احباب آگے آئیں اوران طلباء کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالیں۔ جامعۃ الصفہ اس اہم پراجکٹ کو اللہ کے فضل وکرم اور خیرخواہان دین وملت کے تعاون سے انجام دے گا۔ انشاءاللہ۔

تعاون کی شکلیں ☆طلباء کی کفالت: تدریب ائمہ کے لئے فی طالب علم سالانہ -/30,000 روپے شعبہ حفظ کے لئے سالانہ -/10,000 روپے فی طالب علم ☆ شعبہ عالمیت کے لئے سالانہ -/12,000 فی طالب علم (مدت پانچ سال) ☆اساتذہ کی تنخواہ کی شکل میں ماہانہ =/48,000 روپے ☆تعمیری کام اور قرضوں کی ادائیگی کیلئے۔ **نوٹ:** جامعہ اپنے خیرخواہوں کو ابھی تک بارہ لاکھ روپے قرض واجب الادا ہے اس خصوص میں تعاون کی درخواست ہے۔

سرپرست جامعہ	JAMIA-TUS-SUFFAH	ناظم جامعہ
حضرت مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ امیر جماعت اسلامی ہند	Deshaipet Road, Warangal, A.P. India	محمد خواجہ عارف الدین

Phone: +91-870-2424576, Cell:+91-9849004547 A/c No. 444351498 Indian Bank Mandi Bazar, Warangal A.P. INDIA

مفکراسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبولِ عام

ترجمۂ قرآن مجید
مع مختصر حواشی

شستہ، شگفتہ، بامحاورہ اور عام فہم زبان میں اپنی نوعیت کا منفرد اور عدیم المثال ترجمہ قرآن۔ کسی بھی قسم کی الجھن اور پیچیدگی کے بغیر مفاہیم قرآنی تک قاری کی رہنمائی کرنے والا بے مثل وبے نظیر ترجمہ قرآن، تین زبانوں اور مختلف سائزوں میں:

اُردو
- سائز: ۲۰×۳۰/۸ ● صفحات: ۸۸۸ ہدیہ: Rs. 280/-
- سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ● صفحات: ۱۵۷۶ ہدیہ: Rs. 290/-
- سائز: ۲۳×۳۶/۳۲ ● صفحات: ۱۵۷۶ ہدیہ: Rs. 140/-

ہندی
- سائز: ۲۰×۳۰/۸ ● صفحات: ۱۲۳۰ ہدیہ: Rs. 400/-

انگریزی
- سائز: ۲۰×۳۶/۸ ● صفحات: ۱۲۰۸ ہدیہ: Rs. 430/-
- سائز: ۲۳×۳۶/۳۲ ● صفحات: ۱۲۰۸ ہدیہ: Rs. 200

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, Fax:26947858
E-mail: mmipub@nda.vsnl.net.in, Website: www.mmipublishers.net

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے
(۲) دماغین میں دوائی وغذائی اجزاء سے بھرپور مشہور پھل آملہ جزء اعظم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس میں وٹامن ’’سی‘‘ سب سے زیادہ اور ساتھ میں کیلشیم اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔
(۳) دماغین یکسوئی کو بڑھاتا ہے۔ اور تھکان کم کرتا ہے۔
(۴) دماغین منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے اور ہضم کی اصلاح کرتا ہے۔
(۵) دماغین خوش ذائقہ تازگی وتوانائی سے بھرپور ایک یونانی دوا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ